بسم اللہ الرحمن الرحیم

ضمیمہ جات متعلق پارہ بست و ہفتم

ضمیمہ نوٹ نمبر ۲ متعلق صفحہ ۴۳۳

ابوحمزہ ثمالی نے جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے جبرئیل امین سے قوم لوط کے ہلاک ہونے کا واقعہ دریافت کیا۔ تو جبرئیل نے عرض کی کہ قوم لوط ایک بستی (سادوم نامی) میں رہتی تھی۔ نہ وہ لوگ پاخانہ پھرنے کے بعد استنجا کرتے تھے اور نہ جنب ہونے کے بعد غسل جنابت۔ وہ لوگ کھانا کھلانے میں بڑے کنجوس و بخیل تھے حضرت لوط اُن لوگوں میں تیس ۳۰ برس مقیم رہے۔ حضرت لوط فی الاصل اُس بستی کے رہنے والے نہ تھے نہ اُن کا وہاں کنبہ و قبیلہ تھا۔ حضرت لوط نے اُن لوگوں کو ایمان اور اطاعت خدا کی طرف ہدایت فرمائی۔ بدکاریوں سے روکا اور فرمانبرداری خدا کی طرف رغبت دلائی۔ مگر اُس قوم نے ایک نہ مانی اور نہ حضرت لوط کی اطاعت و پیروی اختیار کی۔ جب خداوند عالم نے قوم لوط پر عذاب نازل کرنے کا ارادہ فرمایا تو اُن کے پاس حجت تمام کرنے اور ڈرانے کے لئے پیغامبر بھیجے۔ اِس پر بھی جب (اُن کی سرکشی بڑھ گئی اور) حکم پروردگار سے اُنہوں نے سرتابی کی تو خدائے تعالےٰ نے فرشتوں کو بھیجا کہ مومنین کو اُس بستی سے نکالدیں۔ اب جو وہ ملائکہ وہاں پہنچے تو اُنہوں نے ساری بستی میں ایک گھر کے سوا کسی گھر میں باایمان آدمی نہ پائے۔ اُنہیں تو فرشتوں نے اُس شہر سے باہر کر دیا اور حضرت لوط سے عرض کی کہ یا نبی اللہ! آپ بھی اپنے اہل و عیال کو رات کے وقت ہمراہ لے کر یہاں سے نکل جائیں۔ اور راہ میں آپ لوگوں میں سے کوئی بھی پیچھے پھر کر نہ دیکھے۔ اور جہاں کے لئے حکم پروردگار ہے سب کو لے کر وہاں چلے جائیں۔ الغرض جب آدھی رات ہوگئی تو حضرت لوط اپنی لڑکیوں کو لئے ہوئے گھر سے نکلے۔ زوجہ اُن کی (کچھ دُور چل کر) پلٹ پڑی۔ اور لوط علیہ السلام کی چغلی کھانے کے لئے اُن لوگوں کے پاس آگئی اور اُن کو خبر دی کہ حضرت لوط علیہ السلام اپنی بیٹیوں کو لیکر یہاں سے چل دے۔ (یا رسول اللہ!) جب صبح ظاہر ہوگئی تو مجھے عرش سے آواز آئی کہ اے جبرئیل! قوم لوط پر حتماً عذاب نازل ہونے کے بارے میں قول خدا پورا ہوگیا۔ پس تم قوم لوط کی بستی میں جاؤ اور اُس کو اور اُس کے اردگرد کی زمین کو ساتویں طبقہ سے اُکھیڑ کے آسمان تک بلند

کرو اور اُسے لئے ہوئے ٹھہرے رہو تا آنکہ تمہارے پاس خدائے جبار کا حکم پہنچے۔ اُس وقت تم اُس بستی کو اُلٹ دینا۔ اور منزلِ لوطؑ کے سوا تمام مکانوں کو آنے جانے والے قافلوں کے لئے عبرت بنا دینا۔ یا رسولؐ اللہ! پس میں آسمان سے اُتر کے اُن سرکشوں کی بستی میں آیا اور اُس شہر کے شرقی حصّہ پر دہنے بازو کو اور غربی اطراف پر بائیں بازو کو مارا اور خانۂ لوطؑ کو چھوڑ کے تمام بستی کو زمین کے ساتویں طبقہ سے اُکھیڑ کے اتنا اونچا لے گیا کہ اہلِ آسمان اُس بستی کے مُرغوں کی اذانیں اور کُتّوں کے بھونکنے کی آوازیں سُننے لگے۔ اور طلوعِ آفتاب کے وقت عرش سے آواز آئی کہ اے جبرئیلؑ! اس بستی کو اس کے باشندوں سمیت اُلٹ دو۔ پس میں نے اُس بستی کو اس طرح پلٹا کہ اُس کا حصّۂ زیرین اُوپر ہوگیا۔ اور اوپر والا نیچے۔ اُس کے بعد خداوندِ عالم نے اُن پر پتھریلی مٹی کے پتھر برسائے جن پر عذابِ خدا کے نشان بنے ہوئے تھے۔ اور عجب نہیں کہ آپ کی اُمّت کے ظالموں کا بھی یہی حشر ہو۔ جنابِ رسولِ خدا نے فرمایا کہ اے جبرئیلؑ! جب تم نے اُس بستی کو اُلٹا تھا تو وہ کونسی زمین پر گری تھی؟ جبرئیلؑ نے عرض کی کہ بحیرۂ شام و مصر کے مابین گری تھی اور ٹیلے ٹیلے ہوگئی تھی۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۱ متعلق صفحہ ۳۴۴

محمد بن مسلم کہتے ہیں کہ میں نے جنابِ امام محمد باقر علیہ السلام سے دریافت کیا کہ قولِ باری تعالےٰ يَآ اِبْلِيْسُ مَا مَنَعَكَ اَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ میں یَدْ کے کیا معنی ہیں؟ حضرت نے فرمایا یَدْ کے معنی کلامِ عرب میں قوّت کے بھی ہیں نعمت کے بھی ہیں۔ چنانچہ خدائے تعالےٰ فرماتا ہے وَاذْكُرْ عَبْدَنَا دَاوُدَ ذَا الْاَيْدِ (ترجمہ کے لئے دیکھو صفحہ ۲۵ سطر ۱) نیز فرماتا ہے وَالسَّمَآءَ بَنَيْنٰهَا بِاَيْدٍ یہاں یَدْ بمعنی قوّت ہے اور اَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ (ترجمہ کے لئے دیکھو صفحہ ۰۷ سطر ۲) اس میں تائید بمعنی تقویت ہے۔ اور محاورہ میں بولا جاتا ہے لِفُلَانٍ عِنْدِيْ يَدٌ بَيْضَآءُ۔ میرے پاس فلاں شخص کے لئے نعمت ہے۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۲ متعلق صفحہ ۳۴۴

اُسی نے اِن چیزوں کا فرق بتایا اور اُسی نے قبل و بعد کا تا کہ یہ معلوم ہوجائے کہ خدا کے لئے قبل و بعد نہیں۔ اشیاء کی کثرت گواہی دے رہی ہے کہ جس نے ان میں کثرت پیدا کی ہے۔ اُس کی قدرت کی کوئی انتہا نہیں۔ اِن کا وقت پر معیّن ہونا ظاہر کر رہا ہے کہ محدود کرنے والے کی کسی وقت کے ساتھ حد بندی نہیں ہوسکتی۔ بعض چیزوں کا بعض سے محجوب اور پوشیدہ ہونا اِس امر کا یقین دلاتا ہے کہ ان میں اور ان کے خالق میں کوئی غیر خالق واسطہ نہیں۔ وہ اُس زمانہ میں بھی ربّ تھا جب تک کہ کوئی مربوب ہی پیدا نہ ہُوا تھا اور وہ اُس وقت میں بھی معبود تھا جبکہ کوئی پرستش

کرنے والا موجود نہ تھا۔ اور وہ اُس وقت میں بھی عالم تھا۔ جبکہ کوئی معلوم نہ تھا۔ اور اُس وقت میں بھی سمیع تھا جبکہ کوئی مسموع نہ تھا۔ پھر حضرت نے یہ اشعار پڑھے۔

وَلَمْ یَزَلْ سَیِّدِیْ بِالْعِلْمِ مَعْرُوْفًا وَلَمْ یَزَلْ سَیِّدِیْ بِالْجُوْدِ مَوْصُوْفًا

میرا مولا ہمیشہ سے علم کے ساتھ معروف ہے اور میرا سردار ہمیشہ سے بخشش کے ساتھ موصوف ہے۔

وَکَانَ اِذْ لَیْسَ نُوْرٌ یُسْتَضَاءُ بِہٖ وَلَا ظَلَامَ عَلَی الْاَوْقَاتِ مَعْکُوْفًا

اور وہ اُس وقت بھی موجود تھا جبکہ کوئی نور جس سے روشنی حاصل کی جاتی ہے موجود نہ تھا اور نہ اندھیری اوقات پر چھائی ہوئی تھی۔

فَرَبُّنَا بِخِلَافِ الْخَلْقِ کُلِّھِمْ کُلَّمَا کَانَ فِی الْاَوْھَامِ مَوْصُوْفًا

پس ہمارا پروردگار جتنی بھی مخلوق ہے اُن سب سے اوصاف میں جُداگانہ ہے اور کسی اوصاف سے بھی وصف نہیں کیا جا سکتا۔ بلکہ وہ اوصاف خیال میں بھی نہیں گزرتے۔

وَمَنْ یُّرِدْہُ عَلَی التَّشْبِیْہِ مُمْتَثِلًا یَرْجِعْ اَخَاحَسْرٍ بِالْعَجْزِ مَکْتُوْفًا

اور جو تشبیہ سے اُس کا ثانی اور مانند پیدا کرنا چاہتا ہو اُسے حسرت رہیگی اور ایسا عاجز ہو جائیگا جیسے وہ شخص جس کے ہاتھ بندھے ہوئے ہوں۔

وَفِی الْمَعَارِجِ یَلْقٰی مَوْجُ قُدْرَتِہٖ مَوْجًا یُعَارِضُ طَرَفَ الرُّوْحِ مَکْفُوْفًا

اور اعلےٰ درجہ کی باتوں میں اُس کی قدرت کی موج اُن موجوں سے ٹکراتی ہے جو کہ روح کے کنارہ کو روکے ہوئے ہے۔

فَاتْرُکْ اَخَاجَدْلٍ فِی الدِّیْنِ مُنْعَمِقًا قَدْ بَاشَرَ الشَّکُّ فِیْہِ الرَّاْیِ مَوْؤُفًا

اب جو دین کے بارے میں جھگڑا کرتا ہے اُسے تو اُس کی گمراہی میں پڑا چھوڑ دو اس لئے کہ شک نے اُس کی رائے کو بیکار کر دیا ہے۔

وَاصْحَبْ اَخَاثِقَۃٍ حُبًّا لِسَیِّدِہٖ وَبِالْکَرَامَاتِ مِنْ مَّوْلَاہُ مَحْفُوْفًا

اور اپنے مالک کی محبت کے سبب سے پورا بھروسہ کرنے والے کے ساتھ دو۔ اس لئے کہ آقا کی طرف سے بزرگیوں نے اُس شخص کو گھیر لیا ہوگا۔

اَمْسٰی دَلِیْلُ الْھُدٰی فِی الْاَرْضِ مُنْتَشِرًا وَفِی السَّمَآءِ جَمِیْلُ الْحَالِ مَعْرُوْفًا

ہدایت کی دلیلیں تو ساری زمین میں پھیل گئی ہیں اور آسمان والے تو اُس کے حال کی خوبی پہلے ہی سے جانتے ہیں۔

امالی شیخ میں محمد ابن زید طبری سے منقول ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے جناب امام رضا

علیہ السلام کو توحیدِ خدا کے بارے میں یوں فرماتے ہوئے سُنا۔ چنانچہ وہ حضرت فرماتے تھے

أَوَّلُ عِبَادَةِ اللهِ مَعْرِفَتُهُ وَ أَصْلُ مَعْرِفَةِ اللهِ جَلَّ اسْمُهُ تَوْحِيْدُهُ وَ نِظَامُ تَوْحِيْدِهِ نَفْيُ التَّحْدِيْدِ عَنْهُ لِشَهَادَةِ الْعُقُوْلِ أَنَّ كُلَّ مَحْدُوْدٍ مَخْلُوْقٌ وَ أَنَّ لَهُ خَالِقًا لَيْسَ بِمَخْلُوْقٍ وَ الْمُمْتَنِعُ لَيْسَ مِنَ الْمُحْدُوْثِ هُوَ الْقَدِيْمُ فِي الْأَوَّلِ فَلَيْسَ عَبَدَ اللهَ مَنْ نَعَتَ ذَاتَهُ وَ لَا إِيَّاهُ وَحَّدَ مَنِ اكْتَنَهَهُ وَ لَا حَقِيْقَتَهُ أَصَابَ مَنْ مَثَّلَهُ وَ لَا بِهِ صَدَّقَ مَنْ نَهَّاهُ وَ لَا صَمَدَهُ مَنْ أَشَارَ إِلَيْهِ بِشَيْءٍ مِنَ الْحَوَاسِّ وَ لَا إِيَّاهُ عَنَى مَنْ شَبَّهَهُ وَ لَا لَهُ عَرَفَ مَنْ بَعَّضَهُ وَ لَا إِيَّاهُ أَرَادَ مَنْ تَوَهَّمَهُ كُلُّ مَعْرُوْفٍ بِنَفْسِهِ مَصْنُوْعٌ وَ كُلُّ قَائِمٍ مِنْ سِوَاهُ مَعْلُوْلٌ بِصُنْعِ اللهِ يُسْتَدَلُّ عَلَيْهِ وَ بِالْعُقُوْلِ تُعْتَقَدُ مَعْرِفَتُهُ وَ بِالْفِطْرَةِ تُثْبَتُ حُجَّتُهُ خَلَقَ اللهُ تَعَالَى الْخَلْقَ حِجَابًا بَيْنَهُ وَ بَيْنَهُمْ وَ مُبَايَنَتُهُ إِيَّاهُمْ مُفَارَقَتُهُ أَيْنِيَّتَهُمْ وَ ابْتِدَاؤُهُ لَهُمْ دَلِيْلٌ عَلٰى

اللہ کی پہلی عبادت اُس کی معرفت ہے اور خدا کی معرفت کی اصل جس کے نام کی بزرگی ہو اُس کی توحید ہے۔ اور اُس کی توحید کا انتظام عقلوں کی گواہی کے بموجب یہ ہے کہ اُس کو محدود نہ مانا جائے۔ اس لئے کہ ہر محدود مخلوق ہے اور اُس خالق ایسی چیز ہے کہ وہ کسی کا پیدا کیا ہُوا نہیں اور محال ممکنات میں سے نہیں ہو سکتا۔ وہ ہمیشہ ہمیشہ سے ہے۔ پس جس نے خدا کی ذات کی تعریف کی اُس نے اللہ کی عبادت ہی نہیں کی اور جس نے اُس کی کُنہ بیان کی۔ اُس نے اُس کو واحد نہیں سمجھا اور جس نے اُس کی کسی چیز سے مثال دی وہ اُس کی حقیقت ہی کو نہیں پہنچا اور جس نے اُس کی انتہا مان لی۔ اُس نے اُس کی تصدیق ہی نہیں کی اور جس نے کسی حواس سے اُس کی طرف اشارہ کیا اُس نے اُس کو بے نیاز ہی نہیں جانا اور جس نے اُس کو کسی شئے سے تشبیہ دی اُس نے اُس اصل کو مراد ہی نہیں لیا اور جس نے اُس کے اجزا مان لئے۔ اُس نے اصل کو پہچانا ہی نہیں اور جس نے اُس کے متعلق وہم کیا اُس نے خود اُس سے کوئی غرض ہی نہیں رکھی۔ ہر چیز جو اپنی ذات سے پہچانی جائے وہ ضرور کسی کی بنائی ہوئی ہے اور ہر وہ چیز جس کا وجود دوسرے کی بدولت قائم ہو اُس کی وجہ کوئی اور ہے۔ اللہ کی ذات پر اُس کی مصنوعات کے ذریعہ سے استدلال کیا جا سکتا ہے اور عقلوں کے ذریعہ سے اُس کی معرفت کا اعتقاد ہو سکتا ہے۔ اور نیچر کے ذریعہ سے اُس کی حجت ثابت ہوتی ہے۔ اللہ تعالےٰ نے مخلوق کو اس شان سے پیدا کیا ہے کہ خود اُس کے اور اُن کے مابین پردے حائل ہیں اور خود اُس کا اُن سے الگ ہونا اُن کے مقامات کے الگ الگ ہونے سے نمایاں ہے اور اُن سب کی ابتدا ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ ہر مبتدا اپنے مانند کی ابتدا

اَنَّ الْاِبْتِدَآءَ لَهٗ لَعَجْزِ كُلِّ مُبْتَدِئٍ مِنْهُمْ عَنِ ابْتِدَآءِ مِثْلِهٖ فَاَسْمَآئُهٗ تَعَالٰى تَعْبِيْرٌ وَّاَفْعَالُهٗ سُبْحَانَهٗ تَفْهِيْمٌ قَدْ جَهِلَ اللّٰهَ مَنْ حَدَّهٗ وَقَدْ تَعَدَّاهُ مَنِ اشْتَمَلَهٗ وَقَدْ اَخْطَاَهٗ مَنِ اكْتَنَهَهٗ وَمَنْ قَالَ كَيْفَ هُوَ فَقَدْ شَبَّهَهٗ وَمَنْ قَالَ فِيْهِ لِمَ فَقَدْ عَلَّلَهٗ وَمَنْ قَالَ مَتٰى فَقَدْ وَقَّتَهٗ وَمَنْ قَالَ فِيْمَ فَقَدْ ضَمَّنَهٗ وَمَنْ قَالَ اِلَامَ فَقَدْ نَهَّاهُ وَمَنْ قَالَ حَتَّامَ فَقَدْ غَيَّاهُ وَمَنْ غَيَّاهُ فَقَدْ جَزَّاَهٗ وَمَنْ جَزَّاَهٗ فَقَدْ اَلْحَدَ فِيْهِ لَا يَتَغَيَّرُ اللّٰهُ تَعَالٰى بِتَغَايُرِ الْمَخْلُوْقِ وَلَا يَتَحَدَّدُ بِتَحْدِيْدِ الْمَحْدُوْدِ وَاحِدٌ لَّا بِتَاْوِيْلِ عَدَدٍ ظَاهِرٌ لَّا بِتَاْوِيْلِ الْمُبَاشَرَةِ مُتَجَلٍّ لَّا بِاسْتِهْلَالِ رُؤْيَةٍ بَاطِنٌ لَّا بِمُزَايَلَةٍ مُبَايِنٌ لَّا بِمَسَافَةٍ قَرِيْبٌ لَّا بِمُدَانَاةٍ لَطِيْفٌ لَّا بِتَجَسُّمٍ مَوْجُوْدٌ لَّا عَنْ عَدَمٍ فَاعِلٌ لَّا بِاضْطِرَابِ مُقَدِّرٌ لَّا بِفِكْرَةٍ مُدَبِّرٌ لَّا بِحَرَكَةٍ مُؤَيِّدٌ لَّا بِعَزِيْمَةٍ شَآءٍ لَّا

کرنے سے عاجز ہے پس خدائے تعالےٰ کے نام جو ہیں وہ حقیقت میں تعبیر ہیں (یعنی عبارت کا شروع کرنا) اور اس کے افعال جو ہیں وہ تفہیم ہیں (یعنی سمجھانا) ورنہ جس نے خدا کو محدود کیا اُس نے اُسے سمجھا ہی نہیں اور جس نے اُسے کسی چیز کے ساتھ شامل سمجھا اُس نے اُس کو متعدد کر دیا۔ اور جس نے اُس کی کُنہ بیان کی اُس نے اس بارے میں خطا کی اور جس نے یہ کہا کہ وہ کیسا ہے اُس نے کسی چیز سے اُس کو تشبیہ دے دی۔ اور جس نے اُس کے بارے میں چون و چرا کی اُس نے اُس کے اسباب پیدا کئے اور جس نے کب کا لفظ استعمال کیا اُس نے اُس کو وقت کا پابند سمجھ لیا اور جس نے یہ کہا کہ کِس میں اُس نے اُسے دوسری چیز سے ملا دیا۔ اور جس نے کہاں تک کا لفظ استعمال کیا۔ اُس نے اُس کی انتہا مان لی اور جس نے کبتک کہا اُس نے اُس کی کوئی غایت مدنظر رکھی اور جس نے غایت مدنظر رکھی اُس نے اُس کے ٹکڑے کر دیئے اور جس نے اُس کے ٹکڑے مان لئے اُس نے اُس کے بارے میں کفر کیا۔ خدائے تعالیٰ میں وہ تغیرات پیدا ہی نہیں ہوتے جو مخلوق میں ہوتے ہیں اور نہ وہ کسی محدود کے محدود کرنے سے محدود ہوتا ہے۔ وہ ایک ہے مگر ایسا ایک کہ جو عدد سے نہ گنا جائے۔ وہ غالب ہے مگر کسی چیز سے مُڈبھیڑ کر کے نہیں۔ اُسکی ہستی ظاہر ہے مگر اس طرح نہیں کہ دکھائی دے۔ ہر چیز سے آگاہ ہے مگر کسی روشنی کے ذریعہ سے نہیں۔ دور ہے مگر کسی مسافت پر نہیں۔ قریب ہے مگر ظاہری قربت نہیں۔ لطیف ہے مگر جسم کے ذریعہ سے نہیں۔ موجود ہے مگر عدم کے مقابل نہیں۔ فاعل ہے مگر گھبراہٹ کے ساتھ نہیں۔ مقرر کرنے والا ہے مگر سوچ بچار کے نہیں۔ تدبیر کرنیوالا ہے مگر کسی حرکت کے ساتھ نہیں۔ تائید کرنیوالا ہے مگر کسی ارادہ کی ضرورت نہیں۔ مشیت والا ہے مگر کسی خیال کے ساتھ نہیں۔ ادراک کرنیوالا ہے مگر کسی حواس سے نہیں سُننے

بِهِمَّةٍ مُدْرِكٌ لَا بِحَاسَّةٍ سَمِيعٌ لَا بِآلَةٍ بَصِيرٌ لَا بِأَدَاةٍ لَا تَصْحَبُهُ الْأَوْقَاتُ وَلَا
تَضْمَنُهُ الْأَمَاكِنُ وَلَا تَأْخُذُهُ السِّنَاتُ وَلَا تَحُدُّهُ الصِّفَاتُ وَلَا تُقَيِّدُهُ الْأَدَوَاتُ
سَبَقَ الْأَوْقَاتَ كَوْنُهُ وَالْعَدَمَ وُجُودُهُ وَالِابْتِدَاءَ أَزَلُهُ بِخَلْقِهِ الْأَشْيَاءَ عُلِمَ أَنْ
لَا شِبْهَ لَهُ وَبِمُضَادَّتِهِ بَيْنَ الْأَشْيَاءِ عُلِمَ أَنْ لَا ضِدَّ لَهُ وَبِمُقَارَبَتِهِ بَيْنَ الْأُمُورِ
عُرِفَ أَنْ لَا قَرِينَ لَهُ ضَادَّ النُّورَ بِالظُّلْمَةِ وَالشَّرَّ بِالْخَيْرِ مُؤَلِّفٌ بَيْنَ مُتَعَادِيَاتِهَا
مُفَرِّقٌ بَيْنَ مُتَدَانِيَاتِهَا بِتَفْرِيقِهَا دَلَّ عَلَى مُفَرِّقِهَا وَبِتَأْلِيفِهَا عَلَى مُؤَلِّفِهَا قَالَ اللّٰهُ
تَعَالَى وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ۝ لَهُ مَعْنَى الرُّبُوبِيَّةِ إِذْ
لَا مَرْبُوبَ وَحَقِيقَةُ الْإِلٰهِيَّةِ إِذْ لَا مَأْلُوهَ وَمَعْنَى الْعَالِمِ إِذْ لَا مَعْلُومَ لَيْسَ مُنْذُ خَلَقَ
اسْتَحَقَّ مَعْنَى الْخَالِقِ وَلَا مِنْ حَيْثُ أَحْدَثَ اسْتَفَادَ مَعْنَى الْمُحْدِثِ لَا تُغَيِّبُهُ مُنْذُ

والا ہے مگر کسی آلہ سے نہیں۔ دیکھنے والا ہے مگر کسی عینک سے نہیں نہ وقت اُس کے ساتھ چل سکتے ہیں اور نہ مکان اُس کو گھیرے ہوئے ہیں۔ نہ برس اُس کو پا سکتے ہیں اور نہ صفات اُس کو محدود کرتی ہیں اور نہ آلات اُس کو مقید کرتے ہیں۔ اُس کی ہستی تمام اوقات سے بڑھی ہوئی ہے اور اُس کا وجود عدم سے بھی پہلے ہے اُس کی ابتدا ازلی ہے۔ اُس کے چیزوں کے پیدا کرنے سے یہ معلوم ہوا کہ اُس کا مانند کوئی ہو ہی نہیں سکتا۔ اور چیزوں کے مابین اضداد پیدا کرکے اُس نے یہ جتلا دیا کہ اُس کا ضد بھی کوئی نہیں۔ اور بہت سے اموریں مشابہت قائم کرکے یہ بتلا دیا کہ اُس کا قرین بھی کوئی نہیں۔ روشنی کو اندھیری کا ضد بنا دیا اور نیکی کو بدی کی آپس میں عداوت رکھنے والی چیزوں کے مابین اُلفت پیدا کرنے والا ہے۔ اور قربت رکھنے والی چیزوں کے مابین جُدائی ڈالنے والا ہے۔ اُس کے جُدائی ڈالنے نے جدائی ڈالنے والے کا وجود بتلایا۔ اور اُس کے اُلفت پیدا کرنے نے اُلفت پیدا کرنے والے کی ہستی سمجھائی۔ اُس نے ارشاد فرمایا "اور ہر چیز کو ہم نے ہی جوڑا جوڑا بنایا تاکہ تم یاد رکھو"۔ اُس کے لئے رب ہونے کے معنی اُس وقت سے ثابت ہیں جبکہ کوئی مربوب ہی نہ تھا اور اُس کی حقیقتِ الٰہیت اُس وقت سے ثابت ہے۔ جب اُس کی طرف کوئی توجہ کرنے والا ہی نہ تھا اور اُس کے لئے عالم ہونا اُس وقت سے ثابت ہے جبکہ کوئی معلوم ہی نہ تھا۔ یہ بات نہیں ہے کہ وہ لفظ خالق کے معنی کا اُس وقت سے مستحق ہوا جس وقت سے کہ اُس نے پیدا کیا۔ اور نہ یہہ بات ہے کہ موجد کے معنی کا مطلب اُس وقت کھلا جبکہ اُس نے ایجاد شروع کی۔ نہ لفظ مُنْذُ (کب سے) اُس کو غائب کرتا ہے اور نہ لفظِ قَدْ اُس کو قریب کرتا ہے اور نہ لفظِ لَعَلَّ (شاید) اُس پر پردہ ڈالتا ہے۔ اور نہ لفظِ مَتٰی (کب) اُس کا وقت باندھتا ہے اور نہ لفظِ حِیْنَ (اُس وقت)

وَلَا تُدْنِیْهِ قَدْ وَلَا تَحْجُبُهُ لَعَلَّ وَلَا یُوَقِّتُهُ مَتٰی وَلَا یَشْتَمِلُهُ حِیْنَ وَلَا یُقَارِنُهُ
مَعَ کُلُّ مَا فِی الْخَلْقِ اَثَرٌ غَیْرُ مَوْجُوْدٍ فِیْ خَالِقِهٖ وَکُلُّ مَا اَمْکَنَ فِیْهِ مُمْتَنِعٌ فِیْ صَانِعِهٖ
لَا یَجْرِیْ عَلَیْهِ الْحَرَکَةُ وَالسُّکُوْنُ کَیْفَ یَجْرِیْ عَلَیْهِ مَا هُوَ اَجْرَاهُ وَیَعُوْدُ فِیْهِ مَا هُوَ
ابْتَدَاهُ اِذًا لَتَفَاوَتَتْ دَلَالَتُهُ وَلَامْتَنَعَ مِنَ الْاَزَلِ مَعْنَاهُ وَلَوْ کَانَ لِلْبَارِیْ مَعْنًی
غَیْرُ الْمُبْرِیْ لَوُجِدَ لَهُ وَرَآءٌ اِذْ حُدَّ لَهُ اَمَامُهُ وَلَوِ الْتُمِسَ لَهُ التَّمَامُ لَلَزِمَهُ
النُّقْصَانُ کَیْفَ یَسْتَحِقُّ الْاَزَلَ مَنْ لَا یَمْتَنِعُ عَنِ الْحَدَثِ وَکَیْفَ یُنْشِیُٔ الْاَشْیَآءَ
مَنْ لَا یَمْتَنِعُ مِنَ الْاِنْشَآءِ لَوْ تَعَلَّقَتْ بِهِ الْمَعَانِیْ لَقَامَتْ فِیْهِ اٰیَةُ الْمَصْنُوْعِ وَ
لَتَحَوَّلَ عَنْ کَوْنِهٖ دَالًّا اِلٰی کَوْنِهٖ مَدْلُوْلًا عَلَیْهِ لَیْسَ فِیْ مَجَالِ الْقَوْلِ حُجَّةٌ وَلَا
فِی الْمَسْئَلَةِ عَنْهُ جَوَابٌ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ.

اُس کو کسی چیز کے ساتھ ملاتا ہے اور نہ لفظ مَعَ (ساتھ) اُس کو کسی چیز سے قریب کرتا ہے مخلوق میں جو کچھ بھی اثر پایا جاتا ہے وہ اُس کے خالق میں ہرگز نہیں ہے۔ اور جو کچھ بھی مخلوق میں ممکن ہے وہ سب اُس کے بنانے والے میں محال ہے۔ نہ اُس پر حرکت کا حکم جاری ہے نہ سکون کا۔ اُس پر کوئی حکم جاری کیسے ہو سکتا ہے جبکہ اُسی نے ہر چیز کو جاری کیا ہے۔ اور جس چیز کی ابتدا اُسی کی طرف سے ہے وہ اُسی کے بارے میں لوٹ کیسے سکتی ہے۔ اسی سبب سے تو اُس کی دلالت بدل گئی اور ازل سے اُس کے معنی ہی مختلف ہوگئے۔ اور اگر لفظ باریٔ (پیدا کرنیوالے) کے معنی ابتدائی پیدا کرنے والے کے سوا کچھ اور ہوتے تو جو حد بھی لیجاتی اُس سے مقدم کسی اور چیز کا وجود ثابت ہوتا۔ اور اگر اُس سے تکمیل مُراد لیجاتی تو پہلے سے اُس میں نقصان لازم آتا۔ وہ ازلی ہونے کا مستحق کیونکر ہو سکتا ہے جو حدوث سے باز نہیں رہ سکتا۔ اور وہ چیز کو پیدا کیسے کر سکتا ہے جو خود پیدا ہونے سے نہیں رُک سکتا۔ اگر معانی اس سے متعلق کئے جائیں تو مخلوق کی نشانی اس میں قائم ہو جائے گی۔ اور بجائے اس کے کہ وہ خود کسی چیز پر دلالت کرے۔ ہر چیز خود اُس کی ذات پر دلالت کرنے والی ہو جائے گی۔ اُس کے وجود پر کوئی حُجّت قائم کرنا ناطقہ کی حد سے باہر ہے۔ اور اُس کی ذات کے متعلق جو سوال کیا جائے اُس کا جواب ہی نہیں ہو سکتا۔ سوائے اُس خدائے بزرگ و برتر کے کوئی معبود نہیں ہے۔

ضمیمہ نوٹ ۱ نمبر ا متعلق صفحہ ۳۵ ۵

جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس آیت کا مطلب دریافت کیا گیا تو حضرت نے فرمایا کہ خدائے تعالےٰ نے اپنے بندوں کو عبادت کا حکم دینے کے لئے پیدا کیا ہے۔ کسی نے عرض کی خدا تو یہ فرماچکا ہے وَلَا یَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِیْنَ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّكَ وَ لِذٰلِكَ خَلَقَهُمْ (ترجمہ کے لئے دیکھیے صفحہ ۳۷۲ سطر ۱۰) تو اس آیت سے معلوم ہوا کہ تمام بندے اختلاف کے لئے پیدا ہوئے ہیں۔ پھر عبادت کیسی؟ حضرت نے فرمایا مطلب اس آیت کا یہ ہے کہ خدائے تعالےٰ نے اُن کو اس لئے پیدا کیا ہے کہ ایسے افعال بجالائیں جس سے اُس کی رحمت کے مستحق ہو جائیں۔ اور وہ اُن پر رحمت فرمائے (ذٰلِكَ کا مشارٌ الیہ رحمتِ خدا ہے)

تفسیرِ قمی میں اُنہی جناب سے یوں روایت ہے کہ خداوندِ عالم نے انسان اور جنات کو امرونہی (اوراحکام) کی تکلیف دینے کے لئے خلق فرمایا ہے اور اُس نے اپنے بندوں کو عبادت پر مجبور نہیں کیا ہے بلکہ اختیار دیا ہے تاکہ امرونہی میں امتحان پورا ہو اور عاصی اور فرمانبردار جُدا جُدا ہو جائیں۔

محمد ابنِ ابوعمیر کہتے ہیں میں نے جناب امام موسے کاظم علیہ السلام سے جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس حدیث کا مطلب دریافت کیا۔ اَلشَّقِیُّ مَنْ شَقِیَ فِیْ بَطْنِ اُمِّہٖ وَالسَّعِیْدُ مَنْ سَعُدَ فِیْ بَطْنِ اُمِّہٖ جو اپنی ماں کے پیٹ میں شقی ہے وہ شقی (بدبخت) ہوگا۔ اور جو اپنی ماں کے پیٹ میں سعید ہے وہ سعید ہوگا۔ حضرت نے فرمایا جو بچہ اپنی ماں کے پیٹ میں ہو اور اُس کے متعلق خدا کے علم میں گزرچکا ہو کہ یہ بدبختوں کے سے کام کرے گا تو وہ شقی ہوگا۔ اور جس کے متعلق یہ علم ہوچکا ہو کہ اُس کے افعال سعادت مندوں کے سے ہونگے وہ سعید ہوگا۔ میں نے عرض کی۔ یابن رسول اللہ! اس حدیث سے کیا مراد ہے اِعْمَلُوْا فَكُلٌّ مُّیَسَّرٌ لِّمَا خُلِقَ لَہٗ اعمالِ خیر بجالاؤ کہ جو شخص جس کام کے لئے مخلوق ہوا ہے اُس کے اسباب اُس کے واسطے مہیا کر دئے گئے ہیں۔ فرمایا خداوندِ عالم نے انسان اور جنات کو اپنی عبادت (اطاعت) کے لئے پیدا کیا ہے۔ اس لئے خلق نہیں فرمایا ہے کہ بندے اُس کی نافرمانی کریں۔ چنانچہ ارشاد فرماتا ہے وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ ۝ (دیکھو صفحہ ۳۵ ۵ سطر) پس اُس نے ہر شخص کے لئے عبادت کے اسباب مہیا کر دئے ہیں تاکہ خلقت کی غایت پوری کرسکیں۔ افسوس ہے اُن لوگوں کے حال پر جو ہدایت کو چھوڑ کر گمراہی اختیار کرتے ہیں۔

حبیب سجستانی سے روایت ہے کہ جناب امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا جبکہ خداوندِ عالم نے آدم علیہ السلام کی پشت سے اُن کی ذرّیت کو اس لئے نکالا کہ اُن سے اپنے پروردگار ہونے

کا اور ہر نبی کی نبوت کا عہد و پیمان لے اور سب انبیاء سے پہلے جناب محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی رسالت کا اقرار اُن سے لیا گیا۔ پھر ارشادِ باری ہوا اے آدمؑ! اپنی ذرّیت کے حالات پر نظر ڈالو تو آدم علیہ السلام نے دیکھا کہ اُن کی ذرّیت چیونٹی دَل سارے آسمان میں پھیلی پڑی ہے۔ یہ حال دیکھ کر اُن جناب نے درگاہِ خدا میں عرض کی۔ خدایا میری اولاد کی کتنی کثرت ہے۔ تو نے ان کو کس لئے پیدا کیا ہے۔ اور کس بات کا تو ان سے عہد و پیمان لے رہا ہے؟ ارشادِ باری ہوا میں نے ان سب کو اس لئے پیدا کیا ہے کہ میری عبادت کیا کریں اور کسی کو میرا شریک نہ مانیں۔ میرے رسولوں پر ایمان لائیں اور اُن کی پیروی کریں۔ حضرت آدمؑ نے عرض کی۔ خدایا اس کی وجہ کیا ہے کہ بعض چیونٹیاں تو بڑی ہیں بعض چھوٹی۔ بعض میں نور زیادہ ہے بعض میں کم اور بعض میں بالکل ہی نہیں۔ ارشاد ہوا میں نے اسی طور سے انہیں پیدا کیا ہے تاکہ میں ہر حال میں ان کا امتحان لوں۔ آدم علیہ السلام نے عرض کی اے میرے پروردگار! اگر تیری اجازت ہو تو کچھ عرض کروں؟ ارشاد ہوا اے آدمؑ! جو جی چاہے کہو۔ تمہاری رُوح میری مخلوق ہے۔ لیکن تمہاری طبیعت (انسانی) میری مشیت کے برخلاف چلے گی۔ حضرت آدمؑ نے عرض کی اے اللہ! اگر تو ان سب کو ایک ہی مثال پر اور ایک ہی اندازہ اور طبیعت کا پیدا کرتا اور سب کو ایک ہی سے عمریں عطا فرماتا اور سب کو برابر برابر رزق دیتا تو یہ لوگ آپس میں بغاوت نہ کرتے اور نہ ایک دوسرے سے بغض و حسد رکھتے اور نہ کسی بات میں اختلاف کرتے۔ ارشادِ باری ہوا اے آدمؑ! تم نے یہ بات تو کہی مگر اپنی کمزور طبیعت اور لاعلمی کی وجہ سے تم نے تکلف بھی کیا۔ حالانکہ میں عالم الغیب خدا ہوں۔ میں نے اپنے علم سے اُن کی خلقت میں اختلاف رکھا ہے۔ جیسا میں چاہتا ہوں اپنا حکم اُن میں جاری کرتا ہوں۔ اور میری ہی تدبیر اور قدرت کی طرف اُن کی رجوع ہوگی۔ میری خلقت کو کوئی بدل نہیں سکتا۔ میں نے انسان اور جنّات کو صرف اسی لئے پیدا کیا ہے کہ وہ میری عبادت کیا کریں۔ جو میری عبادت و اطاعت کیا کرے گا اور میرے رسولوں کا فرماں بردار رہیگا اُس کے لئے میں نے جنّت بنائی ہے۔ اگرچہ مجھے اُن کی پروا نہیں ہے۔ اور جو میرے بندے کفر اختیار کریں گے اور میرے نافرمان بنیں گے اور میرے رسولوں کی پیروی نہ کریں گے اُن کے لئے میں نے دوزخ مہیا کر رکھا ہے۔ اگرچہ میں اُن کی مخالفت کی پروا نہیں کرتا ہوں۔ اے آدمؑ! میں نے تم کو اور تمہاری ذرّیت کو اس لئے نہیں پیدا کیا ہے کہ مجھے تمہاری یا اُن کی کوئی حاجت و ضرورت ہے۔ بلکہ تمہاری اور اُن کی پیدائش کی غایت امتحان ہے کہ تم سب میں کون ایسا ہے جو زندگانی میں اعمالِ نیک بجالائے۔ اور اسی لئے میں نے دنیا۔ آخرت۔ زندگی موت۔ طاعت۔ معصیت۔ جنّت اور دوزخ پیدا کئے۔ یہ سب باتیں میں نے اپنی

تدبیر اور قدرت سے کی ہیں۔ اور اپنے علم سے ان سب کی صورتوں میں اور جسموں میں اور رنگوں میں اور عمروں میں اور رزق میں اور اطاعت و معصیت میں اختلاف رکھا ہے۔ کسی کو سعید بنایا ہے کسی کو شقی۔ کسی کو بصیر بنایا ہے کسی کو نابینا۔ کسی کو چھوٹے قد کا بنایا ہے۔ کسی کو دراز قد کا۔ کسی کو خوبرو بنایا ہے کسی کو بدصورت کسی کو عالم رکھا ہے کسی کو جاہل۔ کسی کو غنی بنایا ہے کسی کو فقیر۔ کسی کو مطیع بنایا ہے کسی کو نافرمان۔ کسی کو تندرست رکھا ہے کسی کو بیمار کسی کو اپاہج بنایا ہے کسی کو بلا رسیدہ۔ تاکہ تندرست آدمی کسی گرفتارِ بلا کو دیکھے میری حمد بجا لائے اور اپنی عافیت کا شکرادا کرے۔ اور دردمند کسی تندرست کو دیکھ کر مجھ سے دعا مانگے اور صحت کا مجھ سے سوال کرے۔ اور بلاؤں پر صابر رہے تو میں اُس کو بڑا ثواب عطا کروں گا اور غنی بندے فقیروں کو دیکھ کے میری حمد و شکر بجالائیں۔ اور فقیر بندہ کسی امیر کو دیکھے تو مجھ سے دعا مانگے۔ اور اگر مومن کسی کافر پر نظر ڈالے تو اس بات کا شکر بجالائے کہ اُسے ہدایت نصیب ہوئی۔ پس میں نے ان سب کو اسی لئے پیدا کیا ہے کہ میں خوشحالی میں اور سختی میں۔ عافیت کے زمانہ میں۔ گرفتارِ بلا ہونے کے وقت میں۔ کسی کو عطیہ دے کے۔ کسی کو محروم رکھ کے آزماؤں میں تمام عالم کا شاہ اور خود مختار خدا ہوں۔ میرے اختیار میں ہے کہ میں اپنی تدبیر کے موافق قدرت جاری کروں اور جس کو چاہوں بدل دوں۔ اور مؤخر کو مقدم اور مقدم کو مؤخر کردوں۔ میں اللہ ہوں اپنے ارادہ سے ہر کام کو کر گزرنے والا ہوں۔ میرے کئے ہوئے کاموں کے بارے میں کوئی مجھ سے سوال نہیں کرسکتا۔ میں البتہ اپنی مخلوق سے ہر طرح جواب طلب کرسکتا ہوں۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۵ متعلق صفحہ ۳۵

(قولِ مترجم) بیت المعمور کے متعلق جتنی مختلف روایتیں ہیں اُن سب پر نظر ڈالنے سے یہ معلوم ہوا کہ جو بیت اللہ حضرت آدم علیہ السلام کی خاطر زمین پر ایک سفید موتی کا بنایا گیا تھا اور وہ موجودہ بیت اللہ کی جگہ تھا اور حضرت آدم علیہ السلام نے اُس کے چالیس حج پا پیادہ ہندوستان سے حجاز تک جاکر ادا کئے تھے وہ توطوفانِ نوح کے وقت زمین سے اٹھا کر آسمانِ چہارم پر اسی بیت اللہ کے محاذ میں قائم کردیا گیا ہے۔ اور آسمانِ اول پر اسی صورت کا مکان ضراح نام قائم کیا گیا ہے اور آسمانِ ہفتم پر اسی صورت کا مکان بیت المعمور نام اُن فرشتوں کے لئے قائم کیا گیا ہے جو عرش کے پاس سے اس گستاخی کے سبب ہٹا دئے گئے تھے کہ جب خدائے تعالیٰ نے زمین پر اپنا خلیفہ مقرر کرنے کی اُن کو اطلاع دی تو انہوں نے اجماع کرکے اعتراضًا یہ عرض کیا اَتَجْعَلُ فِيْهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيْهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَآءَ (دیکھو صفحہ ۳ سطر ۱۹ اعلاس کا متعلقہ نوٹ) وہ اتنے فاصلہ پر ہٹائے گئے تھے کہ جتنا فاصلہ پانسو برس میں طے کیا جاسکے۔

پھر چونکہ انہوں نے رحمتِ خدا کی خواستگاری کی تو اُن کے لئے بیت المعمور قائم کیا گیا اور حکم دیا گیا کہ اُس کا طواف کرتے رہو۔ عرش سے غرض نہ رکھو۔ اس لئے کہ ہماری خوشی اسی میں ہے۔ چنانچہ وہ اُس کا طواف کرتے ہیں اور ستر ہزار فرشتے اُس میں روزانہ داخل ہوتے ہیں کہ دوبارہ اُن کا نمبر نہیں آتا۔ اس طرح بیت المعمور کو ملاءِ اعلےٰ کے رہنے والوں کے لئے جائے توبہ مقرر کیا۔ پس آسمانِ ہفتم اور اُس سے اوپر والوں کے لئے تو آسمانِ ہفتم کا بیت المعمور جائے توبہ ہے اور آسمانِ ششم و آسمانِ پنجم اور آسمانِ چہارم کے باشندوں کے لئے آسمانِ چہارم کا بیت المعمور اُن کی توبہ قبول ہونے کا مقام ہے۔ اور آسمانِ سوم و آسمانِ دوم و آسمانِ اوّل کے باشندوں کے لئے ضراح جو آسمانِ اوّل پر ہے وہ توبہ قبول ہونے کا مقام ہے۔ اب رہے اہلِ زمین۔ اُن کے لئے جناب ابراہیم علیہ السلام کو حکم ہُوا کہ اپنے فرزند حضرت اسمٰعیلؑ کی مدد سے اُنہی بنیادوں پر جن پر اصل بیت اللہ قائم تھا کعبۃ اللہ بنا کریں۔ اس حکم کی تعمیل دونوں باپ بیٹوں نے کی۔ اور یہ اہلِ زمین کی توبہ قبول ہونے کا مقام قرار پایا (اس مطلب کے لئے دیکھو صفحہ ۳ نوٹ نمبر ۱ تا نمبر ۴)

ضمیمہ نوٹ نمبر ۲ متعلق صفحہ ۸۳۹

وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى ۔ یعنی خدائے تعالےٰ یہ فرماتا ہے کہ اُس ستارے کے پیدا کرنے والے کی قسم جس وقت کہ وہ اُترا مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ تمہارا رفیق۔ ہمارا رسولؐ علیؑ ابن ابیطالب کی محبت میں فریفتہ نہیں ہوا وَمَا غَوٰى اور نہ بہکا وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اُن کی شان میں اپنی خواہشِ نفسانی سے کچھ نہیں کہتا۔ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى کا یہ مطلب ہے کہ جو کچھ بھی وہ فرماتے ہیں وہ وحی ہوتی ہے جو اُن کی طرف بھیجی جاتی ہے۔

قمیؒ نے جناب امام رضا علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ اس آیت میں وَالنَّجْمِ سے مراد جناب رسولِ خدا ہیں۔

جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے مَا ضَلَّ کی تفسیر میں مروی ہے کہ جناب رسولِ خدا نہ علیؑ کی محبت میں گمراہ ہوئے اور نہ بہکے اور نہ اُن کی شان میں اپنی طرف سے کوئی بات فرماتے تھے۔ جو فضیلت بیان فرماتے تھے وہ اُس وحی کے مطابق ہوتی تھی جو اُن کی طرف بھیجی جاتی تھی۔

کافی میں جنابِ امام محمد باقر علیہ السلام وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔ کہ خداوندِ عالم نے قبرِ جنابِ رسولِ خدا کی قسم کھائی ہے جو اُن جنابؐ کی وفات کے بعد بنائی گئی مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ یعنی تمہارا رفیق (ہمارا رسول) اپنے اہلبیتؑ کے فضائل بیان کرنے

ہیں نہ گمراہ ہے اور نہ بہکا ہے۔ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى یعنی ہمارا رسول اپنے اہل بیت کے بارے ہیں کوئی بات اپنی خواہش نفسانی سے نہیں کہتا ہے جیسا کہ خدا کہتا ہے اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى۔

المجالس میں ہے کہ جناب امام جعفر صادق علیہ السّلام نے فرمایا نہ تو یہ ممکن ہے کہ تمام آدمی کسی بات سے راضی ہو جائیں اور نہ لوگوں کی زبان پکڑی جا سکتی ہے۔ جبکہ خدا کے انبیاؑ و رسول اور اُس کی حجتیں زبان خلائق سے محفوظ نہ رہ سکے تو تم لوگ کیسے سالم رہ سکتے ہو۔ کیا اصحاب رسولؐ نے آنحضرتؐ پر یہ تہمت نہیں لگائی تھی کہ یہ اپنے ابن عم علیؑ بن ابیطالب کی شان میں اپنی خواہش نفسانی سے کہتے ہیں جو کچھ بھی کہتے ہیں یہاں تک کہ خدائے تعالیٰ نے اُن کی تکذیب فرمادی۔ اور یہ ارشاد فرمایا۔ مَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى۔

من لا یحضرہ الفقیہ میں جناب امام جعفر صادق علیہ السّلام سے بروایت اپنے آباؑ و اجداد کے منقول ہے کہ جب جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم مرض الموت میں مبتلا ہو گئے تو آنحضرتؐ کے اہلبیتؑ اور اصحاب جمع ہو کر اُن کی خدمت میں آئے اور عرض کی یا رسول اللہ! اگر آپ پر کوئی اُفتاد پڑے تو آپ کے بعد ہمارا کون ؟ اور آپ کا حکم ہم میں چلانے والا کون ؟ آنحضرتؐ نے اُن کو کوئی جواب نہ دیا۔ خاموش رہے۔ دُوسرے دن پھر اُن سب نے وہی سوال کیا۔ مگر آنحضرتؐ نے اُن کے سوال کا کوئی جواب نہ دیا۔ جب تیسرا دن ہوا۔ تو اُنھوں نے پھر وہی دُہرایا اور یہ عرض کی کہ یا رسولؐ اللہ! اگر (خدا نخواستہ) آپ پر کوئی حادثہ واقع ہو جائے تو آپ کے بعد ہمارا کون ؟ اور بجائے آپ کے صاحب امر کون ؟ اُس وقت اُن لوگوں سے آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا کہ کل صبح کو میرے صحابیوں میں سے ایک کے گھر میں آسمان سے ایک تارا اُترے گا۔ تم غور سے دیکھتے رہنا کہ وہ کون ہے! کہ وہی میرے بعد تم سب پر میرا خلیفہ ہوگا اور میرا امر تم میں وہی جاری کرنے والا ہوگا۔ امام علیہ السّلام فرماتے ہیں کہ اُن میں کوئی ایسا نہ تھا جسے یہ لالچ نہ ہو کہ جناب رسولِ خدا اُس سے یہ فرمائیں کہ میرے بعد تو ہی میرا قائم مقام ہے۔ الغرض جب چوتھا دن ہوا ہر شخص اپنے اپنے حجرہ میں تارے کے اُترنے کا منتظر بیٹھا تھا کہ یکایک آسمان سے تارا ٹوٹا جس کی روشنی دنیا کی کل روشنی پر غالب آگئی۔ وہ تارا جناب امیرالمؤمنین علیہ السّلام کے حجرہ میں آگیا۔ یہ حال دیکھ کر اصحاب رسولؐ (میں سے منافقین) جامہ سے باہر ہو گئے۔ اور کہنے لگے (معاذاللہ) یہ شخص (علیؑ کی محبت میں) وارفتہ ہو گیا ہے اور بہک گیا ہے۔ جو کچھ وہ اپنے چچیرے بھائی کی نسبت کہتا ہے۔ اپنی خواہش

نفسانی سے کہتا ہے۔ پس خدائے عزّ وجلّ نے (اُن لوگوں کی تکذیب میں) پوری سورۂ وَالنَّجْمِ نازل فرمائی۔

اُسی کتاب میں ربیعہ سعدی سے منقول ہے کہ میں نے حضرت عبداللہ ابنِ عباسؓ سے اِس قولِ خدا وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى کی تفسیر پوچھی۔ ابنِ عباسؓ نے فرمایا اِس سے مُراد وہ ستارہ ہے جو صبح کے وقت جنابِ امیرالمؤمنین علیؑ ابن ابی طالب کے حجرہ میں اُترا تھا۔ حالانکہ میرے والد عباسؓ بن عبدالمطلب کو بے حد آرزو تھی کہ وہ ستارہ اُن کے گھر میں اُترے۔ تاکہ وہ وصایت اور خلافت و امامت کے مستحق ہو جائیں۔ مگر خدا کو تو یہ منظور ہی نہ تھا کہ علیؑ بن ابیطالب کے سوا کسی اَور کے گھر میں وہ تارا اُترتا۔ یہ تو اُس کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے عطا فرماتا ہے۔

جنابِ امام جعفر صادق علیہ السّلام سے منقول ہے کہ جب جنابِ رسولِ خدا نے عیدِ غدیر کے دن جنابِ علیؑ مرتضےٰ کو امیرالمؤمنین مقرر فرمایا تو لوگوں کے تین فرقے ہو گئے۔ ایک فرقہ تو یہ کہتا تھا کہ (معاذاللہ) محمدؐ وارفتہ ہو گئے۔ دُوسرا یہ کہتا تھا کہ (توبہ! توبہ!!) محمدؐ بہک گئے۔ تیسرے نے یہ کہا تھا کہ محمدؐ اپنے اہلِ بیت اور چچیرے بھائی کے بارے میں جو کچھ کہتے ہیں وہ اپنی خواہشِ نفس سے کہتے ہیں۔ اِس پر اللہ تعالےٰ نے (اُن کی رَد میں) وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى تا اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى نازل فرمائی۔

جنابِ امام علی نقی علیہ السّلام سے بروایتِ جنابِ امام زین العابدین علیہ السّلام منقول ہے۔ اُن جنابؑ نے جابرؓ ابنِ عبداللہ انصاری سے روایت کی ہے کہ جس سال مکّہ فتح ہوا اصحابِ رسولؐ آنحضرتؐ کی خدمت میں جمع ہوئے۔ اور عرض کرنے لگے یا رسولؐ اللہ! تمام انبیاء کا یہی دستور رہا ہے کہ جب اُن کی نبوّت مستقل ہو جاتی تھی تو کسی کو اپنا وصی اور نائب مقرر کرتے تھے جو اُن کا قائم مقام ہو اور اُن کے بعد اُن کے امر کو جاری رکھے اور اُن کی اُمّت میں اُنہی کی سیرت پر چلے (آپ بھی کسی کو خلیفہ مقرر فرمائیے) آنحضرتؐ نے جواب دیا میرے پروردگار نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ وہ جس شخص کو میری اُمّت میں سے میرا خلیفہ ہونا پسند فرمائے گا اُسی کے متعلق آسمان سے ایک نشانی نازل کرے گا تاکہ سب کو معلوم ہو جائے کہ میرے بعد میرا وصی کون ہے! پس جب وہ جنابؐ اُس رات جماعتِ اصحاب کے ساتھ نمازِ عشا پڑھ چکے تو اُسی وقت لوگ آسمان کی طرف دیکھنے لگے کہ دیکھیں کیا نتیجہ نکلتا ہے اور وہ رات گھُپ اندھیری تھی جس میں چاندنی کا نام نہ تھا۔ یکایک دیکھتے کیا ہیں کہ ایک بڑی روشنی نمودار ہوئی جس نے مشرق و مغرب کو روشن کر دیا۔ حقیقت یہ تھی کہ ایک ستارہ آسمان سے زمین پر اُترا۔ اُس نے

گھر گھر چکر لگایا۔ اور آخر میں جنابِ علیؑ مرتضےٰ کے حجرہ پر آ ٹھہرا۔ اُس کی روشنی بہت تیز تھی۔ اُس نے حجرہ کو اس طرح ڈھانپ لیا جیسے تنور پر کوئی برتن ڈھک جاتا ہے۔ اُس کی شعاع نے تمام مکانوں کو روشن کردیا پہلے تو لوگ پریشان ہو گئے۔ پھر لگے تہلیل وتکبیر کرنے۔ اور یہ عرض کرتے ہوئے حاضر ہوئے کہ یا رسولؐ اللہ! ستارہ تو آسمان سے علیؑ ابن ابی طالب کے حجرہ کی چوکھٹ پر اُترا۔ جابرؓ کا بیان ہے کہ یہ سنکر آنحضرتؐ کھڑے ہو گئے اور ارشاد فرمایا خدا کی قسم بس وہی میرے بعد امام اور میرا وصی ہے۔ وہی میرے امور کو قائم و جاری کرے گا۔ تم سب اُس کی اطاعت کرنا۔ اُس کی مخالفت نہ کرنا اور اُس سے مقدم نہ ہو جانا۔ وہ میرے بعد خدا کی زمین میں خدا کا خلیفہ ہوگا۔ جابرؓ کہتے ہیں کہ لوگ آنحضرتؐ کے پاس سے نکلے تو منافقوں میں سے ایک نے کہا کہ یہ اپنے چچیرے بھائی کی نسبت جو کچھ بھی کہتے ہیں خواہشِ نفسانی سے کہتے ہیں (معاذ اللہ) گمراہی اُن پر سوار ہوگئی ہے۔ یہاں تک کہ اگر اُن کے اختیار میں ہوتا کہ علیؑ ابن ابی طالب کو نبی بنادیں۔ تو نبی بنا کے چھوڑتے۔ جابرؓ کہتے ہیں کہ اُسی وقت جبرئیلؑ امین نازل ہوئے اور عرض کی یا محمدؐ! علیِ اعلےٰ آپ سے بعد تحفۂ سلام فرماتا ہے کہ یہ سورہ پڑھیئے۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝ وَ النَّجْمِ اِذَا هَوٰى الخ۔

تفسیر قمیؒ میں ہے کہ وَهُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰى کا یہ مطلب ہے کہ جنابِ رسولِ خدا صلےاللہ علیہ وآلہ جب اونچے سے اونچے مقام پر پہنچے ثُمَّ دَنٰى فَتَدَلّٰى پھر وہاں سے (عظمت) پروردگار کے قریب ہو گئے پھر اور آگے بڑھ گئے۔ اور یہ آیت یوں نازل ہوئی تھی ثُمَّ دَنٰى فَتَدَانٰى یعنی وہ جنابؐ آگے بڑھے یہاں تک کہ دونوں پاس پاس ہو گئے۔

علل الشرائع میں ہے کہ جنابِ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا تم لوگ اِس آیت میں فَتَدَلّٰى نہ پڑھا کرو۔ بلکہ دَنٰى فَتَدَانٰى پڑھو۔ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى۔ قمی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ جو فاصلہ جنابِ رسولؐ خدا کو (عظمتِ) پروردگار سے تھا اُس کی مقدار اتنی تھی کہ جتنی کمان کے قبضہ اور گوشہ میں ہوتی ہے۔ اَوْ اَدْنٰى بلکہ اُس سے بھی کم فاصلہ تھا۔

جنابِ امام جعفرِ صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ پہلا شخص جو اِس حد تک پہنچا وہ جنابِ رسولؐ خدا تھے۔ سبب یہ کہ ساری مخلوق میں خدا کے سب سے زیادہ مقرب بندے وہی حضرتؐ تھے۔ اور جب اِس مقام پر پہنچے تو جبرئیلؑ امین نے یہ بات عرض کی یا حضرتؐ! آگے بڑھیئے آپ کے قدم اُس مقام تک پہنچے ہیں کہ نہ کسی مقرب فرشتے کے قدم یہاں تک پہنچے ہیں نہ کسی نبی مرسل کے۔ اور اگر آنحضرتؐ کی روح اور آنحضرتؐ کا نفس اُسی مقام سے آیا ہوا نہ ہوتا تو آنحضرتؐ اُس مقام تک پہنچنے کی تاب ہی نہ لاتے اِس لئے کہ عظمت وجلالتِ الٰہی سے اِس قدر قرب تھا جسے اِن لفظوں میں ادا کیا جاتا ہے كَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى۔

کسی نے جنابِ امام زین العابدین علیہ السلام سے سوال کیا یا ابن رسولؐ اللہ! کیا خداوندِ عالم کے لئے کوئی خاص مکان قرار دینا جائز ہے؟ فرمایا نہیں۔ خدا مکان (اور مکانیات) سے مبرا ہے اُس نے عرض کی پھر حق سبحانہٗ وتعالےٰ نے اپنے رسولؐ کو آسمان پر کیوں بلایا؟ فرمایا اس لئے کہ آنحضرتؐ کو آسمانوں کی سلطنت اور وہاں کے عجائبات اور نادر صفتیں اور آسمانی مخلوقات دکھائے۔ اُس نے عرض کی پھر قولِ باری تعالےٰ ثُمَّ دَنٰی فَتَدَلّٰی فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی کا کیا مطلب ہوگا؟ فرمایا مقصود یہ ہے کہ جس وقت جنابِ رسولؐ خدا حجابِ نور کے پاس پہنچے تو وہاں آسمانوں کی سلطنت (اور اُس کا حسنِ انتظام اور خوبی) ملاحظہ فرمائی فَتَدَلّٰی پھر نیچے کو گردن جھکا کے زمین کی شاہی دیکھی۔ یہاں تک کہ آنحضرتؐ کو یہ گمان ہوا کہ میں زمین سے اتنا قریب ہوں کہ جتنا چلّہ کمان گوشہ سے قریب ہوتا ہے بلکہ اُس سے بھی کم۔

اُنہی حضرت سے یہ بھی مروی ہے کہ جب جنابِ رسولِ خدا شبِ معراج بالائے آسمان تشریف لے گئے تو اُس مقام پر پہنچے جہاں سے (عظمت) پروردگار میں اور آنحضرتؐ میں گوشۂ کمان کا بلکہ اُس سے کم فاصلہ تھا تو آنحضرتؐ کے سامنے سے حجابِ (نور) اُٹھا دیا گیا تھا۔

امالی میں ہے کہ جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں کہ جب مجھے بالائے آسمان معراج ہوئی اور میں اپنے پروردگار (کے جلال) سے اتنا قریب ہوا کہ جیسے چلّہ کمان گوشۂ کمان سے قریب ہوتا ہے یا اُس سے بھی کم تو آواز آئی کہ اے محمدؐ! تم ساری مخلوق میں کس سے زیادہ محبت رکھتے ہو؟ میں نے عرض کی علیؑ ابنِ ابیطالب سے۔ ارشاد ہوا اے محمدؐ! ذرا مُڑ کے تو دیکھو۔ پس جونہی میں نے اپنی بائیں جانب نظر ڈالی تو علی بن ابی طالب علیہ السلام کو اپنے پہلو میں پایا۔

احتجاج طبرسی میں ہے کہ (ایک مرتبہ) جنابِ امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا میں اُس بزرگوار کا فرزند ہوں جو (شبِ معراج) اتنے بلند ہوئے کہ سدرۃ المنتہےٰ سے بھی گذر گئے۔ اور اُن جنابؐ کو (عظمتِ) پروردگار سے اتنا فاصلہ رہ گیا کہ جتنا چلّہ کمان اور گوشۂ کمان میں ہوتا ہے یا اس سے بھی کم۔

جنابِ امام موسےٰ کاظم علیہ السلام سے دَنٰی فَتَدَلّٰی کے معنی دریافت کئے گئے تو حضرتؑ نے فرمایا یہ (تَدَلّٰی) قریش کا محاورہ ہے۔ اُن میں سے جو کوئی اس امر کا ارادہ کرتا ہے کہ وہ یہ ظاہر کرے کہ میں نے بھی سُنا ہے تو کہتا ہے قَدْ تَدَلَّیْتُ۔ تَدَلِّیْ بمعنی فہم ہے یعنی سمجھنا (بنابریں) دَنٰی فَتَدَلّٰی کے یہ معنی ہوں گے کہ جنابِ رسولؐ خدا اتنا قریب ہوئے کہ حقیقتِ حال اُن کی سمجھ میں آگئی

جناب امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد الحرام سے مسجد اقصےٰ تک راتوں رات پہنچائے گئے جو ایک مہینہ میں طے ہونے کا فاصلہ ہے اور وہاں سے تمام آسمانوں کی سلطنت میں لے جائے گئے جو پچاس ہزار برس میں طے ہونے کا فاصلہ ہے اور یہ سب رات کے ایک تہائی سے کم میں۔ یہاں تک کہ وہ جناب ساقِ عرش تک پہنچ گئے۔ اور حجاب علم کے قریب آگئے تو اُس وقت رَفرَف سبز جنت سے لٹکایا گیا اور نورِ خدا آنحضرتؐ کی آنکھوں پر چھا گیا۔ آنحضرتؐ نے اپنے پروردگار کی عظمت کو دل کی آنکھوں سے دیکھا۔ ظاہری آنکھوں سے نہیں دیکھا۔ اُس وقت عظمتِ پروردگار میں اور آنحضرتؐ میں چلۂ کمان کا یا اُس سے بھی کم فاصلہ تھا۔

کافی میں ہے کہ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا گیا کہ جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معراج کے مرتبہ حاصل ہوئی؟ فرمایا دو مرتبہ! جبرئیلِ امین نے آپ کو ایک مقام پر لے جاکر کھڑا کیا اور آپ سے یہ عرض کی کہ یا حضرتؐ! اپنی جگہ ٹھہرے رہیئے اس لئے کہ آپ ایسے مقام پر آکھڑے ہوئے ہیں کہ نہ کبھی کوئی فرشتہ اس مقام تک پہنچا ہے نہ کوئی نبی۔ آپ کا پروردگار رحمت بھیج رہا ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اے جبرئیلؑ اُس کی رحمت بھیجنے کی کیا شان ہے؟ عرض کی یہ فرماتا ہے سُبُّوحٌ قُدُّوسٌ اَنَا رَبُّ الْمَلٰٓئِكَةِ وَالرُّوحِ سَبَقَتْ رَحْمَتِيْ غَضَبِيْ (بڑا پاک و پاکیزہ میں کُل فرشتوں کا اور رُوحوں کا پروردگار ہوں۔ میری رحمت میرے غضب سے بڑھی رہتی ہے) اُس وقت آنحضرتؐ نے عرض کی۔ اَللّٰهُمَّ عَفْوَكَ عَفْوَكَ (یا اللہ! میں تیری معافی کا خواستگار ہوں۔ میں تیری معافی چاہتا ہوں) امام علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اُس وقت آنحضرتؐ کو اتنا قرب حاصل تھا جسے خدائے تعالیٰ فرماتا ہے قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى۔ کسی نے عرض کی قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى سے کیا مطلب ہے؟ فرمایا کمان کے بیچ سے لیکر اُس کے سرے تک جتنا فاصلہ ہوتا ہے اُتنا۔ پھر فرمایا کہ عظمت الٰہی کے اور آنحضرتؐ کے مابین ایک حجاب تھا جو اضطراب کے ساتھ چمک رہا تھا۔ اور میں نہیں جانتا کہ وہ کیا تھا۔ لیکن اتنا فرمایا ہے کہ وہ زبرجد تھا اور اُس میں نظر اس طرح جاتی تھی جس طرح سوئی کے ناکے میں سے گزر سکتی ہے۔ اور نورِ عظمت نظر آتا تھا۔ اس وقت خدائے تبارک وتعالےٰ نے فرمایا کہ اے محمدؐ! اور آنحضرتؐ نے عرض کی لَبَّيْكَ رَبِّيْ! فرمایا تمہارے بعد تمہاری اُمت کا والی کون؟ آنحضرتؐ نے عرض کی اللہ اعلم! فرمایا علیؑ ابن ابی طالب! امیر المومنین سید المسلمین اور قائد الغر المحجلین ہے۔ یہاں تک روایت بیان کرکے جناب امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ خدا کی قسم جنابِ علیؑ مرتضےٰ کی ولایت کا حکم زمین سے ملا بلکہ آسمان سے ملا ہے۔ اور

اس طرح بلا واسطہ رُو در رُو ملا ہے۔

صاحب تفسیر صافی فرماتے ہیں کہ ان روایتوں میں کوئی منافات نہیں ہے کیونکہ سب روایتیں معدنِ علم سے مروی ہیں جیسی جس سائل کی سمجھ تھی ویسا ہی اُن حضرات نے جواب دیا ہے فَاَوْحیٰٓ اِلیٰ عَبْدِہٖ مَآ اَوْحیٰ۔ اس آیت میں مَآ اَوْحیٰ کنایہ ہے۔ اس بات کا کہ جو باتیں وحی کی گئی تھیں وہ عظیم الشان تھیں۔

قمی علیہ الرحمۃ کہتے ہیں وہ وحی بالمشافہ تھی (یعنی خود باری تعالےٰ نے وحی فرمائی تھی)

احتجاج طبرسی کی اُس حدیث میں جس کا ذکر اُوپر آ چکا یہ بھی ہے کہ منجملہ اُن چیزوں کے جو اُس وقت وحی فرمائی گئیں سورۃ بقر کی یہ آیت بھی تھی لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَ اِنْ تُبْدُوْا مَا فِیْٓ اَنْفُسِکُمْ اَوْ تُخْفُوْہُ یُحَاسِبْکُمْ بِہِ اللّٰہُ ۰ الخ (ترجمہ کے لئے دیکھئے صفحہ ۶۷ سطر ۴ جو کچھ گفتگو جنابِ رسالت مآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور خداوندِ عالم میں ہوئی اُس کا پورا واقعہ صفحہ ۶۷ نوٹ نمبر ۲ کے ضمیمہ میں ملاحظہ ہو)

مَا کَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰی۔ التوحید میں ہے کہ جنابِ امام موسےٰ کاظم علیہ السّلام سے کسی نے سوال کیا (یابن رسول اللہ) کیا پروردگارِ عالم کو جنابِ رسولِ خدا نے دیکھا تھا؟ فرمایا ہاں مگر دل کی آنکھوں سے دیکھا تھا۔ کیا تو نے قولِ باری تعالےٰ نہیں سُنا کہ فرماتا ہے مَا کَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰی جو کچھ (جنابِ رسولِ خدا کی) دل کی آنکھوں نے دیکھا اُس میں جھوٹ نہیں ملایا۔ آنحضرتؐ نے اپنی آنکھ سے نہیں دیکھا تھا بلکہ اُس (کی عظمت) کو دل کی آنکھوں سے معائنہ فرمایا تھا۔

تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ جناب امیرالمومنین علیہ السّلام نے فرمایا کہ جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے پروردگار کو دل کی آنکھوں سے دیکھا تھا۔ جنابِ رسولِ خدا سے اس آیت کے متعلق کسی نے دریافت کیا۔ فرمایا میں نے ایک نور دیکھا تھا۔

کافی اور التوحید میں جنابِ امام رضا علیہ السّلام سے منقول ہے کہ جو کچھ جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھ نے ملاحظہ کیا تھا اُس میں آنحضرتؐ نے اپنے دل سے کوئی بات جھوٹ نہیں بڑھائی۔ بلکہ بعینہٖ بیان کر دیا۔ آنحضرتؐ نے اپنے پروردگار کی نشانیوں میں سے بڑی بڑی نشانیاں دیکھی تھیں۔ (اس سے یہ کہاں ثابت ہوا کہ آنحضرتؐ نے خدا کو دیکھ لیا کیونکہ نشانیاں اور چیز ہیں۔ خدا اور چیز ہے۔

صاحب تفسیر صافی لکھتے ہیں کہ اس سے پہلے کی حدیث سے ظاہر ہوا کہ آنحضرتؐ نے دل کی آنکھوں سے عظمتِ خدا کو دیکھا تھا۔ (اور اس حدیث میں دوسری تعبیر ہے) تو ان جوابات

میں اختلاف نہیں ہے۔ اس لئے کہ ان حضرات نے سائلین کی سمجھ کے موافق جواب دیا ہے۔ اور (دوسرے یہ کہ) اس مسئلہ کی تھاہ بہت گہری ہے (عام لوگوں کی سمجھ وہاں تک نہیں پہنچ سکتی)۔ اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰی مَا یَرٰی۔ قمی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ جناب رسولِ خدا سے دریافت کیا گیا۔ وہ کیا وحی ہے (جس میں لوگ جھگڑا کرتے ہیں) فرمایا میرے پاس وحی آئی تھی کہ علیؑ بن ابیطالب سیّد المؤمنین امام المتقین، قائد الغرّ المحجلین ہے اور رسولِ ربّ العالمین کے خلفاء میں سب سے پہلا خلیفہ ہے۔ کچھ لوگ بات کاٹ کے بولے جو کچھ آپ نے فرمایا یہ خدا کی طرف سے ہے یا آپ کی طرف سے؟ پس وحی نازل ہوئی کہ اے رسول! ان سے کہہ دو مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰی۔ پھر اُن کے قول کی آیۂ اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰی مَا یَرٰی سے رَد کی گئی۔ آنحضرتؐ نے اُن سے فرمایا (جو کچھ میں نے علیؑ کے بارے میں تم سے بیان کیا) مجھے تو اس کے علاوہ اُن کے متعلق اور بھی حکم خدا ہوا ہے۔ وہ یہ ہے کہ میں علیؑ بن ابیطالب کو تمام آدمیوں پر اپنا خلیفہ مقرر کردوں۔ لو اب کہتا ہوں میرے بعد علیؑ بن ابی طالب تم سب پر حاکم ہیں اور یہ بمنزلۂ کشتی نوحؑ کے ہیں جو دنیا کے غرق ہونے کے دن اُن کو عطا کی گئی تھی جو اس میں داخل ہوا وہ محفوظ رہا اور اُس نے (طوفانِ ہلاکت سے) نجات پائی اور جو باہر رہا وہ ڈوب گیا۔ (گمراہ ہوگیا)

ضمیمہ نوٹ نمبر ا متعلق صفحہ ۸۴۰

جناب امام رضا علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شب معراج آسمانوں پر تشریف لے گئے۔ جب سدرۃ المنتہیٰ کے قریب پہنچے تو حجاب (نور) میں ایک سوئی کے ناکے کی برابر سوراخ کردیا گیا۔ اُس میں سے جتنی دیر خدا کو منظور تھا نورِ عظمتِ پروردگار اُن حضرتؐ نے مشاہدہ فرمایا۔

علل الشرائع میں جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰی عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰی کی تفسیر میں منقول ہے کہ جب جناب رسولِ خدا آسمان پر تشریف لے گئے تو جبرئیلِ امین اُن جنابؐ کے ہمراہ تھے۔ اور جب سدرۃ المنتہیٰ کے قریب پہنچے تو جبرئیلِ امین اُس کے قریب ٹھہر گئے اور عرض کی یا رسول اللہ! یہ مقام وہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے میرے لئے قرار دیا ہے۔ میری تو مجال یہ نہیں ہے کہ میں یہاں سے ایک قدم بھی آگے بڑھ سکوں۔ اب آپ خود آگے تشریف لے جائیں۔ پس جناب رسولِ خدا تو سدرہ کی طرف روانہ ہوگئے اور جبرئیلِ امین پیچھے رہ گئے۔ امام علیہ السلام فرماتے ہیں کہ سدرۃ المنتہیٰ کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ محافظ فرشتے اہلِ زمین کے اعمال محلِ سدرہ تک لے جاتے ہیں۔ اور ان اعمال کو کراماً کاتبین سدرہ کے نیچے لکھ لیتے ہیں اور سدرہ تک لے جاتے ہیں۔ جناب رسولِ خدا نے ملاحظہ فرمایا کہ سدرہ کی شاخیں

عرش کے نیچے اور اُس کے اِرد گرد پھیلی ہوئی ہیں۔ اِس جگہ نورِ عظمتِ پروردگار ظاہر ہوا اور حضرتؐ پر چھا گیا۔ جس کی وجہ سے آنحضرتؐ کی آنکھیں خیرگی کرنے لگیں اور پہلو لرزنے لگے۔ خداوندِ عالم نے آنحضرتؐ کے دل اور آنکھوں میں خاص قوت عطا فرمائی۔ پس آنحضرتؐ نے قدرتِ خدا کی نشانیوں میں سے جو کچھ دیکھنا تھا دیکھا۔ قولِ باری تعالےٰ وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰى کا یہی مطلب ہے یعنی جبرئیلؑ سدرہ کے قریب تک آنحضرتؐ کے ہمراہ رہے تھے اور آنحضرتؐ نے جو کچھ اپنی آنکھ سے دیکھا وہ قدرتِ خدا کی بہت بڑی نشانی تھی۔ پھر فرمایا کہ سدرہ کی موٹائی اتنی ہے جو دنیاوی حساب سے سَو برس میں طے ہو۔ اور اُس کا ایک ایک پتہ تمام اہلِ دنیا کو ڈھانپ سکتا ہے۔ تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ جنابِ رسولِ خداؐ نے فرمایا کہ میں نے سدرہ کے ہر پتے پر ایک فرشتہ دیکھا جو کھڑا ہوا خدا کی تسبیح پڑھ رہا ہے۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۲ متعلق صفحہ ۴۰۸

التوحید میں ہے کہ جنابِ امیرالمومنین علیہ السلام نے ایک حدیث میں جو آیۂ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى کی تفسیر فرمائی تھی ارشاد فرماتے ہیں کہ جنابِ رسولِ خداؐ نے جبرئیلؑ کی اصلی صورت دو مرتبہ ملاحظہ فرمائی تھی ایک دفعہ کا دیکھنا تو اسی آیت سے ظاہر ہے دوسری بار اور دیکھا تھا۔ (جبرئیلؑ کے آیۃ الکبریٰ ہونے کی) وجہ یہ ہے کہ وہ بڑے عظیم الجثّہ اور اُن ملائکہ میں سے ہیں جن کی خلقت اور صفت کو سوائے پروردگارِ عالم کے اور کوئی نہیں جانتا۔ بعض روایات میں یوں ہے کہ جنابِ رسولِ خداؐ کے سوائے اور کسی نبی نے جبرئیلؑ امین کی اصلی صورت نہیں دیکھی۔ لیکن اُن جنابؐ نے بھی دو بار ملاحظہ فرمائی۔ ایک دفعہ زمین پر دوسری مرتبہ آسمان پر۔

التوحید میں ہے کہ جنابِ امام جعفر صادق علیہ السلام سے آیۂ لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى کا مطلب پوچھا تو حضرتؑ نے فرمایا (اس سے مراد) جبرئیلؑ امین (ہیں۔ اُنہوں) نے ایک دفعہ اپنی پنڈلی پر موتی سے دیکھے جیسے ساگ کے پتے پر شبنم کے قطرے ہوتے ہیں۔ جبرئیلؑ کے چھ سَو بازو ہیں اور اُن کا قد اتنا ہے کہ زمین و آسمان کے مابین کو بھر دیتا ہے۔

تفسیر برہان میں ہے جو کوئی جنابِ رسولِ خداؐ کو جنابِ فاطمہ زہراؑ کا پیام دیتا تھا تو وہ حضرتؐ انکار فرما دیتے تھے یہاں تک کہ لوگوں نے پیام دینا چھوڑ دیا اور وہ سب مایوس ہو گئے۔ جب آنحضرتؐ کو یہ منظور ہوا کہ اپنی نورِ نظر کا نکاح جنابِ امیرالمومنین علیہ السلام کے ساتھ

کردیں تو جناب سیدہؑ کو بطور راز آنحضرتؐ نے اپنے ارادہ سے اطلاع دی۔ یہ سن کر جناب معصومہؑ نے (گردن جھکالی اور) عرض کی۔ بابا! آپ کی رائے مقدم ہے۔ آپ کو اختیار ہے۔ مگر میں نے زنانِ قریش کی زبانی سُنا ہے کہ علیؑ بن ابی طالب کا پیٹ بڑا ہے۔ ہاتھ بہت لمبے ہیں۔ پنڈلیاں موٹی موٹی ہیں۔ سر کے اگلے حصّہ پر بال نہیں ہیں۔ (کشادہ پیشانی ہیں) آنکھیں بڑی بڑی ہیں۔ اُن کا کندھا اتنا سخت ہے جیسے اونٹ کا کندھا۔ ہنس مُکھ ضرور ہیں مگر مالِ دنیا بالکل نہیں رکھتے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا (بیٹا!) تم کو خبر نہیں ہے کہ خداوندِ عالم نے دنیا کی طرف توجہ فرمائی تو مجھے تمام مردوں کا نبی بنایا۔ پھر دوبارہ توجہ کی تو علیؑ بن ابی طالب کو اُس نے تمام آدمیوں پر میرا وصی مقرر فرمایا۔ پھر تیسری بار توجہ کی تو تم کو زنانِ عالم پر بزرگی بخشی۔ اے فاطمہؑ! جب میں آسمان پر بُلایا گیا تو میں نے بَیت المقدس (بیت المعمور) کے پتھر پر کندہ دیکھا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہِ ثُمَّ اَیَّدْ تُّہٗ بِوَزِیْرِہٖ وَ نَصَرْتُہٗ بِوَزِیْرِہٖ (خدا کے سوا کوئی معبود نہیں۔ محمدؐ مصطفےٰ خدا کے رسولؐ ہیں۔ پھر میں نے اپنے رسول کو اُن کے وزیر کے ذریعہ سے قوت پہنچائی۔ اور اُن کے وزیر ہی کے ذریعہ سے اُن کی مدد کی) میں نے جبرئیلؑ سے پوچھا یہ میرا وزیر کون ہے؟ جبرئیلؑ نے جواب دیا۔ علیؑ ابن ابی طالب۔ (اے فاطمہؑ!) جب میں سدرۃ المنتہیٰ کے پاس پہنچا تو میں نے اُس پر لکھا ہوا دیکھا اِنِّیْ اَنَا اللہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنَا وَحْدِیْ مُحَمَّدٌ صَفْوَتِیْ مِنْ خَلْقِیْ اَیَّدْتُّہٗ بِوَزِیْرِہٖ وَ نَصَرْتُہٗ بِوَزِیْرِہٖ (میں اللہ ہوں۔ مجھ اکیلے کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اپنی تمام مخلوق میں سے محمدؐ کو میں نے برگزیدہ کیا ہے اور اُن کے وزیر کے ذریعہ سے میں نے اُن کو قوت پہنچائی۔ اور انکے وزیر ہی کے ذریعہ سے میں نے اُن کی نصرت کی) میں نے دریافت کیا یہ میرا وزیر کون ہے؟ جواب ملا علیؑ بن ابی طالب! پھر میں وہاں سے چل کر عرش پر پہنچا۔ پس میں نے عرش کے ہر ستون پر یہ لکھا ہوا دیکھا اَنَا اللہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنَا مُحَمَّدٌ حَبِیْبِیْ اَیَّدْتُّہٗ بِوَزِیْرِہٖ وَ نَصَرْتُہٗ بِوَزِیْرِہٖ (میں اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں۔ محمدؐ میرے حبیب ہیں میں نے اُن کے وزیر سے اُن کو قوت دی اور اُن کے وزیر کے ہی ذریعہ سے میں نے اُن کی نصرت کی) جب میں بہشت میں گیا تو میں نے جنّت میں ایک درخت دیکھا طوبےٰ اُس کا نام ہے۔ جڑ اُس کی علیؑ ابن ابی طالب کے گھر میں ہے۔ جنّت میں کوئی گھر اور کوئی محل اور کوئی چشمہ ایسا نہیں ہے جس میں طوبےٰ کی شاخ نہ ہو۔ طوبےٰ کی شاخوں پر بکثرت جامہ دان ہیں۔ جن میں سندس اور استبرق کے حُلّے ہیں۔ ہر ہر مومن کو دس دس لاکھ جامہ دان عطا ہوں گے۔ ہر جامہ دان میں ایک ایک لاکھ حُلّے ہوں گے کہ ہر حُلّہ کا رنگ جُدا جُدا ہوگا۔ وہی اہلِ جنّت کا لباس ہوگا۔ طوبےٰ کے وسط میں ایک پھیلا ہوا سایہ ہے۔ جنّت کی چوڑائی آسمان و زمین کے عرض کے

برابر ہوگی۔ یہ اُن لوگوں کے لئے بنائی گئی ہے جو اللہ پر اور اُس کے رسولوں پر ایمان لائے ہیں۔ اُس سایہ کے نیچے اگر کوئی سوار سو برس تک چلے گا تب بھی اُسے طے نہ کر سکے گا۔ قولِ باری تعالےٰ وَظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ کا یہی مطلب ہے۔ طوبےٰ کے نیچے بہشتی میوے اور اہلِ جنّت کے لئے لذیذ (لذیذ) کھانے اُس کی شاخ سے اُس کے گُدّوں میں لٹکتے ہوں گے۔ اور طوبےٰ کی ہر شاخ میں سو رنگ کے میوے کچھ ایسے ہوں گے کہ اہلِ دنیا نے دنیا میں دیکھے اور سُنے ہوں گے۔ اور کچھ ایسے ہونگے کہ نہ دیکھے ہوں گے اور نہ سُنے ہوں گے۔ اور جس وقت اُس درخت سے میوہ توڑا جائے گا فوراً اُس کی جگہ دوسرا نمودار ہو جائے گا۔ نہ کبھی وہ میوے ختم ہوں گے اور نہ (صرف کرنے سے) روکے جائیں گے۔ اُس درخت کی جڑ سے ایک نہر نکلی ہے۔ اُس نہر سے چار نہریں اور پھوٹی ہیں۔ ایک نہر پانی کی ہے جس کی بو اور مزہ بدلنے والا ہی نہیں ہے۔ دوسری دُودھ کی ہے جس کا ذائقہ کبھی نہ بدلیگا۔ تیسری شراب کی ہے جو پینے والوں کو لذت دیگی۔ چوتھی صاف کئے ہوئے شہد کی ہے۔ اے فاطمہؑ! خداوندِ عالم نے علیؑ بن ابی طالب کو سات باتوں میں میرا شریک بنایا ہے۔ سب سے پہلے[1] وہی قبر سے میرے ساتھ اُٹھیں گے۔ اور سب[2] سے پہلے صراط پہ میرے ہمراہ کھڑے ہوں گے اور دوزخ سے کہیں گے اسے تو لیلے اور اسے چھوڑ دے۔ سب[3] سے پہلے لباسِ جنّت سے وہ میرے ساتھ آراستہ کئے جائیں گے۔ سب[4] سے پہلے عرش کی دہنی جانب وہ میرے ہمراہ جلوس کریں گے۔ سب[5] سے اوّل میرے ساتھ دروازۂ جنّت کو وہ کھٹکھٹائیں گے۔ سب[6] سے پیشتر میرے ہمراہ وہ علّیین میں سکونت گزین ہوں گے۔ پہلا[7] جو شخص سربمُہر شرابِ خالص میرے ہمراہ پیئے گا جس کی مُہر مُشک کی ہوگی وہ علیؑ ابنِ ابی طالب ہی ہوں گے۔ خواہش کرنے والوں کو اُس کی خواہش کرنی چاہیئے۔ اے فاطمہؑ! اگرچہ دنیا میں علیؑ کے پاس مال نہیں ہے (تو نہ ہو) خدائے تعالےٰ اُن کو روزِ قیامت جنّت میں مالا مال کر دے گا۔ اے فاطمہؑ! یہ جو تم نے کہا کہ اُن کا پیٹ بڑا ہے اِس کی وجہ یہ ہے کہ خدائے تعالےٰ نے اُس کو علم سے مملو کر دیا ہے جو اُنہی کے لئے مخصوص ہے۔ اور میری تمام اُمّت میں خدا نے علی کو خاص بزرگی بخشی ہے۔ اور یہ جو تم نے بیان کیا کہ اُن کی پیشانی چوڑی اور آنکھیں بڑی بڑی ہیں۔ اُس کا سبب یہ ہے کہ خلّاقِ عالم نے اُن کو آدم علیہ السّلام کی صورت اور صفت کا پیدا کیا ہے اور اُن کے دونوں ہاتھ خدائے تعالےٰ نے اس لئے دراز بنائے ہیں کہ وہ اُن ہاتھوں سے دشمنانِ خدا و رسوؐل کو قتل کریں گے۔ اور اُنہی ہاتھوں سے خدائے تعالےٰ اپنے دین کو تمام دینوں پر غالب کر دے گا۔ اگرچہ مشرکوں کو بُرا لگے۔ اور اُنہی ہاتھوں پر بڑی بڑی فتوحات ظاہر کرے گا۔ اور علیؑ بن ابی طالب حکمِ قرآنی کی شانِ نزول کے موافق مشرکوں اور منافقوں کو جو سرکشی کریں گے اور عہد توڑیں گے اور فاسقوں کو تاویلِ قرآنی

کے مطابق قتل کرینگے۔ اور خدا تعالےٰ اُن کے صلب سے جوانانِ بہشت کے دو سردار نکالیگا جن سے عرش خدا کی زینت ہوگی۔ اے فاطمہؑ! جتنے نبی خدا نے مبعوث فرمائے ہیں ہر ایک کی ذرّیت اُسی نبی کی صلب سے پیدا کی ہے۔ مگر میری ذرّیت علیؑ کی صلب سے قرار دی ہے۔ اگر علیؑ پیدا نہ ہوتے تو میرے لئے ذرّیت ہی نہ ہوتی۔ جناب سیدہؑ نے عرض کی۔ بابا! میں تو اُن کے سوا اور کو ہرگز اختیار نہ کروں گی۔ ابن عباسؓ نے فرمایا خدا کی قسم علیؑ ابنِ ابی طالب کے سوا کوئی بھی جناب فاطمہؑ زہرا کا جوڑ اور کفو نہ تھا۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۲ متعلق صفحہ ۴۲ ۸

معانی الاخبار میں ہے کہ کسی نے جناب امام جعفر صادق علیہ السّلام سے آیہ ھُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰی کا مطلب دریافت کیا۔ حضرتؑ نے فرمایا لوگوں کا (فخریہ) یہ کہنا کہ رات ہم نے نماز پڑھی تھی یا کل ہم نے روزہ رکھا تھا یا اس کے سوا کوئی اور ڈینگ مارنا (اعمال کی حقیقت کو تو خدا ہی خوب جانتا ہے اظہار سے کیا فائدہ؟) پیشتر بھی کچھ لوگ گزر چکے ہیں جو صبح کے وقت کہا کرتے تھے کل ہم نے (خوب) نمازیں پڑھیں اور روزہ رکھا لیکن جناب امیر المومنین علیہ السّلام فرماتے تھے میں تو رات کو بھی سوتا ہوں اور دن کو بھی۔ اگر ان دونوں کے مابین مجھے وقت ملتا تو اس میں بھی سو رہتا۔

احتجاج طبرسی میں ہے کہ جناب امیر المومنین علیہ السّلام نے فرمایا اگر خداوند عالم اپنے بندوں کو نفس کی خوبی اور پاکیزگی ظاہر کرنے سے منع نہ فرما دیتا تو آج بیان کرنے والا (یعنی میں) اپنے نفس کی بہت سی خوبیاں اور فضائل بیاں کرتا جن سے مؤمنین کے دلوں میں معرفتِ (امامؑ) زیادہ ہوتی۔ اور سُننے والوں کے کانوں سے وہ کبھی نہ نکلتیں۔

تفسیر عیاشی میں ہے کہ جناب امام جعفر صادق علیہ السّلام سے سوال کیا گیا اے مولا! کیا آدمی کو اپنے نفس کی خوبی ظاہر کرنا جائز ہے؟ فرمایا اضطرار اور ضرورت کے وقت جائز ہے۔ کیا تم نے حضرت یوسف علیہ السّلام کا یہ قول نہیں سُنا ہے (کہ بادشاہِ مصر سے فرمایا تھا) اِجْعَلْنِیْ عَلٰی خَزَآئِنِ الْاَرْضِ اِنِّیْ حَفِیْظٌ عَلِیْمٌ (ترجمہ کے لئے دیکھو صفحہ ۳۸۵ سطر ۸) اور عبد صالح (ہودؑ نبی) نے اپنی قوم سے فرمایا۔ اَنَا لَکُمْ نَاصِحٌ اَمِیْنٌ ٥ (ترجمہ کے لئے دیکھو صفحہ ۲۵۲ سطر ۴)

ضمیمہ نوٹ نمبر ۴ متعلق صفحہ ۴۲ ۸

کافی میں ہے کہ جناب امام محمد باقر علیہ السّلام سے کسی نے اس آیت کا مطلب دریافت کیا (یعنے جناب ابراہیمؑ نے کیا چیز ادا کی تھی؟) فرمایا وہ چند کلمات ہیں جن میں خلیل اللہ بجد مبالغہ کیا کرتے تھے۔ سائل نے پوچھا وہ کیا ہیں؟ فرمایا ہر روز صبح اور شام کو تین بار یہ کلمات کہتے تھے اَصْبَحْتُ وَرَبِّیْ مَحْمُوْدٌ اَصْبَحْتُ لَآ اُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا وَّلَآ اَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا وَّلَآ اَتَّخِذُ مِنْ دُوْنِهٖ

وَلِیًّا۔ ترجمہ۔ میں نے ایسے حال میں صبح کی ہے کہ رب میرا محمود ہے۔ میں نے ایسے حال میں صبح کی ہے کہ میں کسی چیز کو اللہ کا شریک نہیں جانتا ہوں اور نہ خدائے تعالےٰ کے سوا کسی سے دعا کرتا ہوں اور نہ کسی کو خدائے تعالےٰ کے علاوہ میں اپنا کارساز بناتا ہوں۔ (اور شام کو تین بار یوں فرماتے تھے۔ اَمْسَیْتُ وَرَبِّیْ مَحْمُوْدٌ اَمْسَیْتُ لَآ اُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَیْئًا وَّلَآ اَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا وَّلَآ اَتَّخِذُ مِنْ دُوْنِهٖ وَلِیًّا۔ ترجمہ (میں نے ایسے حال میں شام کی ہے کہ رب میرا محمود ہے۔ میں نے ایسے حال میں شام کی ہے کہ میں کسی چیز کو اللہ کا شریک نہیں جانتا ہوں اور نہ خدائے تعالےٰ کے سوا کسی سے دعا کرتا ہوں۔ اور نہ کسی کو خدائے تعالےٰ کے علاوہ میں اپنا کارساز بناتا ہوں) پس خدائے تعالےٰ نے قرآن میں یہ آیت نازل فرمائی وَاِبْرٰهِیْمَ الَّذِیْ وَفّٰی۔

علل الشرائع میں جناب امام جعفر صادق علیہ السّلام سے قریب قریب اسی مضمون کی حدیث مروی ہے۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۲ متعلق صفحہ ۸۴۳

قولِ مترجم۔ مریہ وہ حالت ہے کہ شک کے دونوں پہلو برابر ہوں۔ کسی طرف کو رجحان نہ ہو۔ تمویے شک کی وہ حالت ہے جس میں کسی ایک پہلو کی طرف رجحان یا میلان زیادہ ہو جائے۔ تردّد وہ حالت ہے جس کی بابت فیصلہ دینا امکان سے باہر ہو جیسے کسی مسافر کا راستہ میں ٹھہرنا اور دس دن کے قیام کی نیت نہ کرنا۔ خیال یہ ہونا کہ آج کل ہی میں جانا لابد ہے۔ مگر دس دن سے بھی زیادہ گزر جانا۔ استسلام۔ شک کے دونوں پہلوؤں کا بتدریج کم ہوتے ہوتے ایسی حالت کی طرف آنا جو یقین کے درجہ کے قریب پہنچ جائے۔

آیۂ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكَ تَتَمَارٰی میں ظاہری خطاب تو جناب رسولؐ خدا ہی سے ہے مگر حقیقۃً اس حکم کا مخاطب اُمّت کا ہر شخص ہے۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ اس آیت کے سابق والی آیتوں میں نعمتوں کا ذکر نہیں ہے۔ حالانکہ خدا نے (آیاتِ سابقہ کے مطالب کو) نعمتوں سے تعبیر کیا ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ عذاب کی خبر دینا نصیحت حاصل کرنے والوں کے لئے نصیحت ہے اور یہ نصیحت اُن کے لئے نعمت ہے اور بعض آیتوں میں انبیاء اور مومنین کی طرف سے کفار سے انتقام اور بدلا لینے کا ذکر ہے۔ یہ بھی ایک نعمت ہے۔ اس لئے خدائے تعالےٰ نے اس آیت میں فرمایا کہ تم اپنے پروردگار کی کون کونسی نعمتوں میں شک کرتے ہو۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۳ متعلق صفحہ ۸۴۹

پھر فرمایا کہ خدائے تعالےٰ کا یہ جو قول ہے رَبُّ الْمَشَارِقِ وَالْمَغَارِبِ۔ اس کی توضیح یہ ہے۔

کہ خداوندِ عالم نے آفتاب کے لئے تین سو ساٹھ برج قرار دئے ہیں کہ ہر روز آفتاب ایک برج سے طلوع کرتا ہے اور دوسرے میں غروب۔ پھر اُس کی طرف سالِ آئندہ کے اُسی دن سے پہلے لوٹ کر نہیں آتا۔

قمی علیہ الرحمۃ نے مشرق و مغرب کی تفسیر جو ہم نے لکھی ہے بیان کرنے کے بعد جنابِ امام جعفر صادق علیہ السّلام سے یہ بھی روایت کی ہے کہ مشرقین سے جنابِ رسولِ خدا اور جنابِ امیرالمؤمنین صلوات اللہ علیہما مراد ہیں اور مغربین سے حسن و حسین علیہما السّلام اور اِن دونوں کی مثالیں بہت سی ہیں۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۴ متعلق صفحہ ۴۲۹

قرب الاسناد میں جنابِ امام جعفر صادق علیہ السّلام سے بروایت اپنے جدِ بزرگوار کے جنابِ امیرالمؤمنین سے یَخْرُجُ مِنْهُمَا کی تفسیر میں منقول ہے کہ اِن دونوں سے آسمان کا اور سمندر کا پانی مراد ہے جس وقت مینہ برستا ہے تو دریا میں سیپیاں اپنا مُنہ کھول دیتی ہیں۔ اُن میں مینہ کی بوندیاں گرتی ہیں۔ چھوٹی بوند سے چھوٹا موتی اور بڑی بوند سے بڑا موتی صدف میں پیدا ہو جاتا ہے۔

تفسیر مجمع البیان میں حضرت سلمانؓ فارسی۔ سعیدؓ بن جبیر اور سفیان ثوری سے منقول ہے کہ بحرین سے حضرت علی بن ابی طالب اور جنابِ فاطمہ زہرا علیہما السّلام اور برزخ سے جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلّم اور لولؤ و مرجان سے حسنین علیہما السّلام مراد ہیں۔

حضرت ابوذرؓ غفاری آیۂ مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيَانِ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ بحرین (دو دریا) علیؑ و فاطمہؑ ہیں۔ جن سے لولو اور مرجان یعنی حسن و حسین علیہما السّلام پیدا ہوئے۔ اِن چاروں بزرگواروں کا مثل کسی نے نہ دیکھا ہوگا۔ مومن ہی اِن سے محبت رکھے گا۔ کافر ہی اِن سے عداوت کرے گا۔ تم لوگ (اِن اہلبیتؑ رسالت کی محبت کا اعتقاد رکھو اور) محبتِ اہلبیتؑ کی وجہ سے مومن بنو۔ اور اُن سے دشمنی کرکے کافر نہ ہو جاؤ۔ ورنہ (اوندھے مُنہ) دوزخ میں ڈالے جاؤ گے۔

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ ایک روز جنابِ سیدہ صلوات اللہ علیہا اپنی بھوک اور بے لباسی کی وجہ سے آب دیدہ ہوئیں تو جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلّم نے فرمایا کہ اے فاطمہؑ! اپنے شوہر کے ساتھ قناعت مدِ نظر رکھو۔ خدا کی قسم تمہارے شوہر دنیا میں بھی سردار ہیں اور آخرت میں بھی اور دونوں جہان میں سب سے زیادہ صالح ہیں۔ پس خداوندِ عالم میں آیۂ مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ نازل فرمائی۔ یعنی خدائے تعالےٰ فرماتا ہے کہ ہم نے دو دریا بھیجے ہیں یعنی بحرِ علم جنابِ علی بن ابی طالب علیہ السّلام ہیں اور بحرِ نبوت جنابِ فاطمہؑ زہرا سلام اللہ علیہا۔

یہ دونوں باہم ملے جلے رہیں گے۔ اور میں نے اِن دونوں میں وصل قرار دیا ہے۔ پھر خدا نے فرمایا بَیْنَھُمَا بَرْزَخٌ یعنی اُن دونوں کے مابین جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم برزخ اور مانع جو علی بن ابی طالب کو دنیا نہ ملنے کی وجہ سے رنجیدہ ہونے کو منع کرتے ہیں اور فاطمہ کو اس بات سے روکتے ہیں کہ وہ اپنے شوہر سے معاملۂ دنیاوی میں کوئی جھگڑا کریں فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ اے گروہِ انسان و جنات تم کس لئے ولایتِ جنابِ امیرالمؤمنین علیہ السّلام اور محبتِ جنابِ فاطمہ زہرا صلوات اللہ و سلامہ علیہا کی تکذیب کرتے ہو۔ اَللُّؤْلُؤُ سے جنابِ امام حسن علیہ السّلام اور اَلْمَرْجَانُ سے جنابِ امام حسین علیہ السّلام مراد ہیں۔ کیونکہ لؤلوء بڑا ہوتا ہے اور مرجان چھوٹا۔ اور علی و فاطمہ علیہما السّلام کا دو دریا ہونا کوئی عجیب بات نہیں ہے۔ اس لئے کہ ان دونوں کے فضائل بڑے وسیع ہیں اور خیر بکثرت ان دونوں سے ظاہر ہوئی ہے اور بحر کو اُس کی وسعت کی وجہ سے بحر کہتے ہیں۔ جنابِ رسولِ خدا کی ایک گھوڑی خوب دوڑی تو آنحضرت نے فرمایا وَجَدْتُّهٗ بَحْرًا یعنی میں نے اُس کو (دوڑ بھاگ میں) بحر (سمندر) پایا۔

ضمیمہ نوٹ نمبر۴ متعلق صفحہ ۵۰

(قولِ مترجم) قیامت کا برپا ہونا۔ نامۂ اعمال کا ایک ایک متنفس کو دیا جانا۔ میزان کا قائم ہونا۔ حساب و کتاب سب کا ہونا مسلمانوں کے کُل فرقوں کے نزدیک برحق ہے۔ اب اگر حسبِ تصریحِ جنابِ امام رضا علیہ السّلام اس آیت میں مِنْکُمْ نہیں تھا تو خدا کے قول سے یہ سب اعتقادات باطل ہو گئے۔ جزا رہی نہ سزا۔ مِنْکُمْ کی قید کے ساتھ اُس فرقہ کے ساتھ خاص رعایت کا اظہار ہوتا ہے جو اپنے آپ کو اہلبیتِ جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے دامن سے وابستہ جانتا ہے۔ یہ رعایت کیوں ہے؟ یہ اس لئے ہے کہ جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم ہانکے پکارے ڈنکے کی چوٹ ساری امت کو یہ سُنا گئے کہ میری اُمت کے میرے بعد بہت جلد تہتر ٹکڑے ہو جائیں گے جن میں سے جنت میں صرف ایک ہی جائے گا۔ باقی سب دوزخ میں۔ یہ حدیث بھی ہر فرقہ کے نزدیک مقبول ہے۔ اور ہر ایک اس کا مدعی ہے کہ جنت کے ٹھیکہ دار ہم ہی ہیں۔ مگر بہتر اور ایک میں کوئی مابہ الامتیاز ضرور ہے تو وہ یہی ہے کہ بہتر اہلبیت سے روگردان ہیں اور اُن کا طرفدار ہے وہ ایک فرقہ اپنے آپ کو شیعہ کہتا ہے اور باقی اس نام سے بیزار نظر آتے ہیں۔ ہم نے جب قرآنِ مجید کو غور سے دیکھا تو اسی ایک فرقہ کا نام قرآنِ مجید سے ملتا ہے۔ کسی دوسرے فرقہ کا نام قرآنِ مجید سے ثابت نہیں۔ اور چونکہ قیامت میں پہنچکر کُل فرقے دو ہی رہ جائیں گے اور سب تفرقیں مٹ جائیں گی۔ جیسا کہ خدائے تعالےٰ فرماتا ہے فَرِیْقٌ فِی الْجَنَّةِ وَفَرِیْقٌ فِی السَّعِیْرِ (دیکھو صفحہ ۱۱۵ سطر ۱۰) نیز فرماتا ہے فَرِیْقًا هَدٰی وَفَرِیْقًا حَقَّ عَلَیْهِمُ الضَّلٰلَةُ اِنَّهُمُ

اِتَّخَذُوا الشَّیٰطِیْنَ اَوْلِیَآءَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ وَیَحْسَبُوْنَ اَنَّھُمْ مُّھْتَدُوْنَ ۰ (دیکھو صفحہ ۲۴۳ سطر ۷)۔ اب سورۂ قصص میں جناب موسٰے علیہ السّلام کے قصّے میں جن سے نبیؐ آخر الزمان کو تشبیہ دی گئی ہے صاف لکھا ہُوا موجود ہے وَدَخَلَ الْمَدِیْنَۃَ عَلٰی حِیْنِ غَفْلَۃٍ مِّنْ اَھْلِھَا فَوَجَدَ فِیْھَا رَجُلَیْنِ یَقْتَتِلٰنِ ق ھٰذَا مِنْ شِیْعَتِہٖ وَ ھٰذَا مِنْ عَدُوِّہٖ ج فَاسْتَغَاثَہُ الَّذِیْ مِنْ شِیْعَتِہٖ عَلَی الَّذِیْ مِنْ عَدُوِّہٖ ۙ (دیکھو صفحہ ۶۱۶ سطر ۵) جس سے صاف ثابت ہے کہ جناب موسٰے علیہ السّلام کی امت میں دو طرح کے آدمی تھے۔ ایک اُن کے شیعہ ایک اُن کے دشمن۔ لامحالہ تکمیل تشبیہ کے لئے جناب رسولِ خدا کی اُمّت میں بھی دو ہی طرح کے آدمی ہوں گے۔ ایک آنحضرتؐ کے اور اُن کے اہلبیتؑ کے شیعہ اور دوسرے اُن حضرات کے دشمن۔ آنحضرتؐ نے اپنے شیعوں کو جناب علیؑ مرتضٰے کا شیعہ قرار دیا ہے۔ یہ امر خود حضرات اہل سنّت کی احادیث کی متعدد کتابوں سے بھی ثابت کیا جا سکتا ہے کہ آنحضرت صلّے اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے یہ ارشاد فرمایا یَا عَلِیُّ اَنْتَ وَ شِیْعَتُکَ ھُمُ الْفَآئِزُوْنَ۔ اسی حدیث کو اِس درجہ کا مستند سمجھا ہے کہ شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی باوجود مخالفت کُلّی کے تحفہ اثناعشریہ میں رقمطراز ہیں کہ "شیعہ اُولےٰ مائیم" یعنی پہلے شیعہ ہم ہی ہیں۔ آگے جو کچھ لکھتے ہیں اُس کا ماحصل یہ ہے کہ چونکہ یہ لقب غُلاۃ و روافض نے اختیار کر لیا اِس سے ہم نے اسے چھوڑ دیا اور اپنے آپ کا نام اہلسنّت والجماعت رکھا۔ خیر۔ یہ شاہ صاحب کو اختیار ہے کہ خدا اور رسول کے مقرر کئے ہوئے نام سے بیزاری کریں اور معاویہ اور یزید کے مقرر کئے ہوئے نام کو اختیار کریں۔ جس کا صلہ وہی دونوں حضرات اِن اختیار کرنے والوں کو دینگے۔ مگر یہ کُھلی بات ہے کہ کسی حدیث میں یہ نہیں آیا۔ یَا اَبَابَکْرٍ اَنْتَ وَ شِیْعَتُکَ ھُمُ الْفَآئِزُوْنَ۔ یَا عُمَرُ اَنْتَ وَ شِیْعَتُکَ ھُمُ الْفَآئِزُوْنَ۔ یا۔ یَا عُثْمَانُ اَنْتَ وَ شِیْعَتُکَ ھُمُ الْفَآئِزُوْنَ۔ یا۔ یَا مُعَاوِیَۃُ اَنْتَ وَ شِیْعَتُکَ ھُمُ الْفَآئِزُوْنَ۔ یا۔ یَا عَائِشَۃُ اَنْتِ وَ شِیْعَتُکِ ھُمُ الْفَآئِزُوْنَ۔ یا اسی طرح کسی اور زوجۂ نبی کا نام ہوتا یا اصحاب میں سے کسی اور کا ہوتا خصوصًا جن کو عشرہ مبشرہ کہا جاتا ہے اُن میں سے جناب امیر علیہ السّلام کے علاوہ نو ہیں۔ تین کا تو اُوپر ذکر آ چکا۔ باقی کے چھ میں سے کسی کے متعلق ایسی حدیث کوئی دکھاوے۔ اور چونکہ ایسا نہیں ہے تو معلوم ہُوا کہ شیعہ فقط علیؑ کے ہوں گے۔ اور جو علیؑ کے شیعہ ہوں گے وہی جناب رسولِ خدا کے شیعہ اور وہی کُل اہل بیتؑ اطہار کے شیعہ۔ اور چونکہ علیؑ کے شیعہ ہونے کے سبب شیاطین کے دوستوں کے ہاتھ سے طرح طرح کی مصیبتیں اور قسم قسم کی تکلیفیں اور اذیتیں محض اپنے ایمان کی خاطر زندگانی دنیا میں برداشت کرتے رہیں گے۔ اس لئے اُن کا یہ صِلہ ہونا لازم تھا کہ قیامت

کے دن ہر طرح کی بازپرس سے بری کر دئے جائیں اور دوسروں کو نوٹس دے دیا جائے وَامْتَازُوا الْیَوْمَ اَیُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ (دیکھو صفحہ ۷۰۹ سطر ۱) اور اُن کے گرو گھنٹالوں سے اُسی طرح بدلا لیا جائے جس طرح کہ فرما چکا ہے اِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِیْنَ مُنْتَقِمُوْنَ۔ (ترجمہ کے لئے دیکھو صفحہ ۶۶۵ سطر ۳) مگر چونکہ عدالتِ خدا باطل نہیں ہو سکتی وہ مقتضائے رحمت تھا اور یہ مقتضائے عدالت ہے کہ شیعیانِ جنابِ امیرالمؤمنین سے گناہ سرزد ہوں تو کچھ تو دنیا میں وہ اُن کے معاوضہ میں بیماریاں۔ اولاد کی نافرمانی۔ دشمنانِ خدا و رسولؐ و اہلبیتؑ کے ہاتھوں مصائب و تکلیف و ایذا۔ کچھ قرض و پریشانی و بے روزگاری و افلاس وغیرہ کی مشقتیں برداشت کریں۔ اگر اس سے بھی بچ رہیں تو جانکنی کی سختی سہیں۔ اُس سے بھی بچ رہیں تو عالمِ برزخ میں جتنے گناہ ہوں اُتنی مدت بھگتان بھگت کر قیامت کے دن بوجہ تعلقِ اہلبیت علیہم السّلام خدا کی حضور میں سرخرو ہی حاضر ہوں۔ اور اس آیت کے مصداق ٹھہریں فَیَوْمَئِذٍ لَّا یُسْئَلُ عَنْ ذَنْۢبِهٖۤ اِنْسٌ وَّلَا جَآنٌّ۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۵ متعلق صفحہ ۸۵۴

تفسیر برہان میں ہے کہ جنابِ امام محمد باقر علیہ السّلام نے فرمایا کہ اہلِ جنت نوجوان بغیر ڈاڑھی مونچھ کے اَمرَد ہوں گے۔ آنکھوں میں اُن کی سرمہ۔ سروں پر اُن کے تاج۔ گردنوں میں اُن کی گلوبند۔ اور وہ سب کے سب خوش اور مسرور نعمتوں میں بسر کرنے والے ہوں گے۔ عیش و عشرت میں مشغول گرامی قدر ہونگے۔ ایک ایک کو سو سو آدمیوں کی برابر کھانے اور پینے کی طاقت اور شہوت اور جماع کی قوت دی جائے گی۔ ہر شخص ہر غذا کی لذت۔ ہر لباس کا مزہ چالیس برس تک پائے گا۔ اور خدائے عزّ و جلّ چہروں میں اُن کے نور عطا فرمائے گا اور بدنوں پر اُن کے سفید ریشمی کپڑے۔ سبز رنگ کے جوڑے۔ زرد رنگ کے زیور پہنائے گا۔ اہلِ جنت ہمیشہ زندہ رہیں گے۔ کبھی نہ مرینگے۔ ہمیشہ جاگتے رہیں گے۔ کبھی اُن کو نیند نہ آئے گی۔ ہمیشہ غنی رہیں گے۔ کبھی مفلس نہونگے ہمیشہ خوش و خرم رہیں گے، کبھی رنجیدہ نہ ہوں گے۔ ہمیشہ ہنسی خوشی میں بسر کریں گے۔ کبھی نہ روئیں گے۔ ہمیشہ معزز رہیں گے کبھی اُنہیں ذلت نہ ہوگی۔ ہمیشہ شادان و فرحاں رہیں گے ہمیشہ کھائیں گے کبھی بھوکے نہ رہیں گے۔ ہمیشہ سیراب رہیں گے کبھی پیاسے نہ ہوں گے۔ ہمیشہ لباس سے آراستہ رہیں گے۔ کبھی برہنہ نہ ہونگے۔ سوار ہو کر آپس میں ایک دوسرے کی ملاقات کو جایا کریں گے۔ ہمیشہ زندہ رہنے والے لڑکے کہ ہاتھوں میں اُن کے چاندی کے لوٹے۔ سونے کے برتن ہوں گے۔ اُن کے سلام کے لئے حاضر ہوا کریں گے۔ وہ سونے کے جڑاؤ تختوں پر تکیئے لگائے ہوں گے۔ رحمتِ خدا کی طرف نظر کرتے ہوں گے۔ خدا کی جانب سے اُن کے پاس تحیۃ اور سلام کے ہدیئے آتے رہیں گے۔ ہم اُس کی درگاہ میں دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اپنی

رحمت سے جنّت عطا فرمائے۔ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ جنّت کی زمین اور اُس کے پتھر چاندی کے ہوں گے۔ مٹی اُس کی ورس[1] اور زعفران کی ہوگی۔ جھاڑو اُس کی مشک کی ہوگی۔ سنگریزے اُس کے موتی اور یاقوت کے ہوں گے۔ جنّت کے تخت موتی اور یاقوت سے جڑے ہوئے ہوں گے۔ چنانچہ خدائے تعالےٰ فرماتا ہے عَلٰی سُرُرٍ مَّوْضُوْنَۃٍ۔ اُن تختوں میں یاقوت اور موتی ٹکے ہوئے ہیں۔ اور یاقوت اور موتیوں کی جھالروالے پردے اُن پر پڑے ہوئے ہیں۔ جو پردوں سے زیادہ ہلکے اور ریشم سے زیادہ نرم ہیں۔ اور تختوں پر فرشوں کے غرفے (اونچے مکان) اوپر نیچے بنے ہوتے ہیں جو دنیاوی مکانوں سے ساٹھ درجے بلند ہیں۔ قول باری تعالےٰ وَفُرُشٍ مَّرْفُوْعَۃٍ کا یہی مطلب ہے اور قول خدا عَلَی الْاَرَآئِکِ یَنْظُرُوْنَ میں اَرَآئِکَ سے وہ تخت مراد ہیں جن پر پردے پڑے ہوئے ہیں۔

جنابِ امام محمد باقر علیہ السّلام سے منقول ہے کہ جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا کہ جنّت کی نہریں بغیر کھُدے جاری ہیں۔ پانی اُن کا برف سے زیادہ سفید۔ شہد سے زیادہ شیریں اور مسکہ سے زیادہ رقیق ہے۔ مٹی اُن کی مُشکِ اذفر ہے۔ سنگریزے اُن کے موتی اور یاقوت ہیں۔ ایک ایک ولی خدا کی جس طرف خواہش ہوگی اُس طرف وہ بہنے لگیں گی اور باغات کو اس حد تک بڑھائیں گی کہ اگر وہ دنیا کے تمام آدمیوں اور جنوں کو مہمان کرے تب بھی اُن کے لئے کھانا پینا کپڑے زیور اس قدر مہیا ہے کہ ذرا بھی کمی محسوس نہ ہوگی۔ جنّت میں خرمے کے درختوں کی یہ صفت ہے کہ تنے اُن کے کُندن کے ہیں اور شاخوں کی جڑیں زبرجد سبز کی اور سرے سفید موتی کے ہیں۔ اور چھتری اُس کی سبز حُلّوں کی ہے۔ اُس کے پھل چاندی سے زیادہ سفید۔ شہد سے زیادہ شیریں۔ مسکہ سے زیادہ نرم ہیں۔ جن میں گٹھلیوں کا پتہ نہیں۔ خوشوں کا طول جس میں پھل اُوپر سے نیچے تک تہ بہ تہ لگے ہوئے ہیں بارہ بارہ ہاتھ کا ہوگا۔ جتنے خُرمے توڑ لئے جائیں گے فوراً ہی خدائے تعالےٰ اُن کی جگہ دوسرے پیدا کردیگا۔ اور یہ خدائے تعالےٰ کے اس قول سے ثابت ہے لَامَقْطُوْعَۃٍ وَّلَامَمْنُوْعَۃٍ۔ کھجوروں کے درخت کے پھل تو ڈول کے برابر ہوں گے۔ اور کیلے اور انار بڑے بڑے چرسوں کی برابر۔ اہلِ جنّت کی کنگھیاں سونے کی اور کشتیاں موتی کی ہونگی۔

جنابِ امیرالمؤمنین علیہ السّلام سے منقول ہے کہ جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا کہ شہیدانِ راہِ خدا میں سے ادنےٰ درجہ کے شہید کا جنّت میں یہ مرتبہ ہوگا کہ اُس

---

[1] ایک قسم کی گھانس ہے جو اطرافِ یمن میں ہوتی ہے اور بیس برس تک باقی رہتی ہے ۱۲

کی زوجیت میں بارہ ہزار حوریں اور چار ہزار کنواریاں اور بارہ ہزار شوہر دیدہ عورتیں ہونگی۔ اُس کی ہر ہر زوجہ کے ستر ستر ہزار خدمتگار ہوں گے مگر حُوروں کے لئے خادم دونے ہوں گے ہر ہفتہ میں وہ شہید اپنی بیبیوں کے پاس پھیرا کیا کرے گا۔ پس جس دن یا جس ساعت میں جن عورتوں کی باری ہوگی وہ سب عورتیں اُس کے ارد گرد جمع ہو کے ایسی خوش آوازی سے زمزمہ کرینگی کہ نہ اُن کی آواز سے زیادہ کوئی آواز شیریں ہوگی اور نہ اچھی۔ اُن کی خوش الحانی سے جنّت کی ہر چیز وجد و حرکت میں آجائے گی۔ وہ کہیں گی ہم ہیں ہمیشہ رہنے والیاں۔ کبھی ہم کو موت نہ آئے گی۔ ہم ہیں خوش خو۔ بامذاق۔ کبھی ہمارے مزاج میں ترشی نہ آئے گی۔ ہم ہیں راضی رہنے والیاں کبھی ہم ناراض نہ ہوں گی۔

ابوبصیر نے جناب امام جعفر صادق علیہ السّلام سے روائت کی ہے اُن حضرت نے فرمایا کہ جنّت میں ایک ایک مومن کی آٹھ آٹھ سَو کنواریاں اور چار چار ہزار شوہر دیدہ عورتیں اور دو دو حوریں بیبیاں ہوں گی۔ ابوبصیر کہتے ہیں کہ میں نے عرض کی میں آپ پر فدا ہو جاؤں کیا آٹھ آٹھ سَو کنواریاں ہوں گی؟ فرمایا ہاں جب اُن کا شوہر اُن سے ہم بستر ہوگا اُن کو کنواری ہی پائے گا۔ میں نے عرض کی اے مولا! میں آپ کے قربان ہو جاؤں حوریں کس چیز سے پیدا ہوئی ہیں؟ فرمایا جنّت کی نورانی مٹی سے۔ اُن کی پنڈلیوں کا مغز ستّر حُلّوں کے نیچے سے بھی نظر آئے گا۔ اُن کا جگر شوہر کے لئے اور شوہر کا جگر اُن کے لئے آئینہ ہوگا۔ میں نے عرض کی۔ میں آپ پر قربان ہو جاؤں۔ ایسی باتیں بھی ہیں جو حوریں اہلِ جنّت سے کرینگی؟ فرمایا ہاں اُن کی باتیں ایسی شیریں ہوں گی کہ مخلوق میں سے کسی نے بھی ویسی نہ سُنی ہوں گی۔ میں نے عرض کی وہ کیا باتیں ہوں گی؟ فرمایا وہ عورتیں دھیمی دھیمی آواز سے کہیں گی۔ نَحْنُ الْخَالِدَاتُ فَلَا نَمُوْتُ وَ نَحْنُ النَّاعِمَاتُ فَلَا نَبْؤُسُ وَ نَحْنُ الْمُقِیْمَاتُ فَلَا نَظْعَنُ وَ نَحْنُ الرَّاضِیَاتُ فَلَا نَسْخَطُ طُوْبٰی لِمَنْ خُلِقَ لَنَا وَ طُوْبٰی لِمَنْ خُلِقْنَا لَہٗ وَ نَحْنُ اللَّوَاتِیْ لَوْ اَنَّ قَرْنَ اَحَدِنَا عُلِّقَ فِیْ جَوِّ السَّمَآءِ لَاَغْشٰی نُوْرُہٗ الْاَبْصَارَ (ہم ہمیشہ زندہ رہنے والیاں ہیں کبھی نہ مریں گی۔ ہمیشہ ہم خوشحال رہنے والیاں ہیں کبھی ہم ترش رُو نہ ہوں گی۔ ہم ہمیشہ اپنے مقام پر رہنے والیاں ہیں کبھی سفر میں نہ جائیں گی۔ ہم ہمیشہ رضامند رہنے والیاں ہیں کبھی ناراض نہ ہونگی مبارک ہو اُس کو جس کے لئے ہم پیدا ہوئے ہیں اور خوشحال اُس کا جو ہمارے واسطے پیدا ہوا ہے۔ ہم وہ ہیں کہ اگر کوئی شخص آسمان میں اُدھر لٹکا ہوا ہو اور ہم میں سے کوئی اُس کے پاس سے گزر جائے تو ہمارا نور اُس کی آنکھوں میں چکا چوند پیدا کر دے۔

احتجاج طبرسی میں ہے کہ جناب امام جعفر صادق علیہ السّلام سے ایک زندیق نے سوال کیا کہ

مسلمانوں نے یہ کہاں سے کہہ دیا کہ جنت میں جو کوئی کسی درخت کا میوہ کھائیگا تو ویسا ہی پھر نمودار ہو جائے گا؟ امام علیہ السّلام نے فرمایا کہ اس کی مثال چراغ ہے کہ کوئی شخص اُس سے دوسرا چراغ روشن کرے تو اُس کی روشنی کچھ بھی کم نہ ہوگی اگرچہ تمام دنیا اُس سے روشن کئے ہوئے چراغوں سے مملو کر دی جائے۔ اُس نے کہا آپ یہ بھی کہتے ہیں کہ جنت میں لوگ کھائیں گے بھی اور پئیں گے بھی اور پھر یہ بھی فرماتے ہیں کہ اُن کو نہ پاخانہ کی حاجت ہوگی اور نہ پیشاب کی۔ (بھلا یہ کیسے ممکن ہے)؟ فرمایا ہاں ایسا ہی ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ غذا اُن کی بیحد لطیف ہوگی اُس میں ثقل ہوگا ہی نہیں۔ اور اگر کچھ ہوگا بھی تو وہ پسینہ کی راہ نکل جائے گا۔ اُس نے کہا یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ حور سے جب اُس کا شوہر ہم بستر ہوگا تو اُسے باکرہ ہی پائے گا؟ فرمایا حوریں خوشبودار مٹی سے خلق ہوئی ہیں۔ نہ اُن کو کوئی آفت متغیر کرے گی اور نہ اُن کے اجسام میں کوئی مرض لاحق ہوگا۔ نہ اُن کے سوراخوں میں کوئی چیز در آئے گی۔ نہ اُن کو حیض کی نجاست پلید کرے گی۔ رحم اُن کا بلا ہوا اور متصل رہے گا کیونکہ اُس میں سوائے اِحلیل کے اور کوئی راستہ ہی نہیں ہے۔ اُس نے کہا۔ کہ حوریں ستر ستر حلّے پہنیں گی اس پر بھی اُن کے شوہروں کو اُن کی پنڈلیوں کا مغز نظر آئے گا۔ (اس کی وجہ سمجھا دیجئے) فرمایا اُس کی مثال یہ ہے کہ ایک بانس گہرے صاف و شفاف پانی میں ورہم ڈال دئے جائیں تو نظر آئیں گے یا نہیں؟ اُس نے عرض کی بھلا جنت میں راحت کہاں اور نعمات جنت سے لوگ کیا لطف اُٹھائیں گے۔ اِس لئے کہ کسی کا تو بیٹا وہاں نہ ہوگا۔ کسی کا باپ۔ کسی کی ماں نظروں سے غائب ہوگی تو کسی کا دوست اُس کے پاس نہ ہوگا! جو شخص اپنے کسی عزیز کو جنت میں نہ پائے گا تو بلاشک یہی سمجھیگا کہ وہ دوزخ میں ہے۔ (اب آپ ہی فرمائیں) جسے یہ بات معلوم ہو جائے گی کہ اُس کے دوست پر جہنم میں عذاب ہو رہا ہے تو اُسے جنت میں خاک مزہ اور چین آئیگا؟ فرمایا بعض تو (ایسے لوگوں کو جو عذاب کے مستحق ہیں) بھول جائیں گے اور بعض لوگ منتظر رہیں گے کہ وہ لوگ اعراف میں ہونگے آجائینگے۔

حضرت ابوذرِ غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر حورانِ جنت میں سے کوئی حور آسمانِ دنیا پر اندھیری رات میں ظاہر ہو تو چودھویں رات کے چاند سے زیادہ روشنی پھیل جائے اور تمام اہلِ دنیا کو اُس کی خوشبو معلوم ہو جائے۔ اگر اہلِ جنت کے کپڑوں میں سے کوئی کپڑا آج دنیا میں پھیلا دیا جائے تو جو شخص اُس کی طرف دیکھے اُس کی ایسی حالت ہو جائے گویا اُس پر بجلی گری اور دیکھنے والوں کی نظریں اُس کا تحمل نہ کر سکیں۔

جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلّم فرماتے ہیں کہ قسم خدا کی جس نے محمدؐ پر قرآنِ مجید نازل فرمایا ہے۔ اہل جنت کا حُسن و جمال ہمیشہ بڑھتا ہی رہے گا جس طرح دنیا میں بڑھاپا بڑھتا جاتا

ہے اور اس کے ساتھ ہیئت بگڑتی جاتی ہے۔

جناب امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جب روزِ قیامت ہوگا تو جنت کے پردوں میں سے ایک پردہ اٹھایا جائے گا اور اس کی خوشبو ہر ذی روح کو پانسو برس کی راہ سے محسوس ہوگی۔ مگر ایک گروہ کو یہ خوشبو نہ آئے گی۔ راوی نے عرض کی (یا ابن رسول اللہ!) وہ کونسا گروہ ہے؟ فرمایا جس کو ماں باپ نے عاق کر دیا ہو۔

جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا (ایہا الناس!) والدین کی نافرمانی سے بچو کہ جنت کی خوشبو ایک ہزار سال کی مسافت سے محسوس ہوگی مگر والدین کا عاق کردہ اور قطع رحم کرنے والا اور بوڑھا زناکار اور وہ شخص جو از روئے تکبر اپنے کپڑوں کو زمین پر کھینچتا ہوا چلے اس کی خوشبو نہ سونگھیں گے۔ تکبر تو تمام عالموں کے پروردگار خدا ہی کے لئے زیبا ہے۔

جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو شخص یہ کہتا ہے صَلَّی اللّٰہُ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِہٖ تو اس کے جواب میں خداوند عالم فرماتا ہے صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْکَ۔ پس تم لوگوں کو چاہیئے کہ بکثرت درود بھیجا کرو۔ اور جو شخص صَلَّی اللّٰہُ عَلٰی مُحَمَّدٍ کہے اور میری آل پر درود نہ بھیجے تو وہ ہرگز جنت کی خوشبو نہ سونگھے گا حالانکہ وہ پانسو برس کی راہ سے محسوس ہوتی ہوگی۔

قولِ صاحبِ تفسیر برہان۔ اس مضمون کی روایتیں بکثرت ہیں مگر ہم نے بخوفِ طوالت ترک کر دی ہیں

ضمیمہ نوٹ نمبر ۱ متعلق صفحہ ۸۵۷

قولِ مترجم۔ مَس کے دو معنی ہیں۔ ایک تو ہاتھ سے چھونا جیسا کہ مندرجہ نوٹ التہذیب والی حدیث میں وارد ہوا ہے جس کی جنب کے لئے ممانعت کی گئی ہے۔ اور دوسرے معنی ہیں عقل و علم سے سمجھنا جیسا کہ محاورہ میں کہتے ہیں کہ فلاں شخص کو عقل و علم سے مس بھی نہیں۔ یہ معنی جناب امیر علیہ السلام نے احتجاج والی حدیث میں ارشاد فرمائے ہیں لہٰذا دونوں حدیثوں میں فی الحقیقت کوئی اختلاف نہیں۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۲ متعلق صفحہ ۸۵۸

جناب امام رضا علیہ السلام نے اسمائے باری تعالےٰ کی توضیح و تفسیر میں ارشاد فرمایا کہ خدائے تعالےٰ کا نام ظاہر اس لئے نہیں ہے کہ وہ اشیاء کی پشت پر سوار ہے یا بیٹھا ہوا ہے بلکہ اُسے ظاہر اس لئے کہتے ہیں کہ وہ تمام چیزوں پر غالب ہے اور اس کی قدرت سب کو گھیرے ہوئے ہے اس کی مثال یہ ہے کہ کوئی شخص مثلاً کہے ظَہَرْتُ عَلٰی اَعْدَآئِیْ وَ اَظْہَرَنِیَ اللّٰہُ عَلٰی

خَصِیمِی (میں اپنے دشمنوں پر غالب آگیا۔ خدا نے مجھ کو میرے دشمن پر غالب کردیا) تو غرض اُس کی اِس قول سے اظہارِ کامیابی اور غلبہ ہوتی ہے۔ اسی طرح خدائے تعالےٰ بھی تمام چیزوں پر غالب ہے۔ دوسری وجہ اُس کے ظاہر ہونے کی یہ ہے کہ جو شخص خدا کی مخالفت کا قصد کرے تو وہ اُس کے لئے ظاہر ہے۔ یعنی خدائے تعالےٰ پر کوئی بات پوشیدہ نہیں اور خدائے تعالےٰ ہر شے کی جسے وہ دیکھتا ہے تدبیر کرنے والا ہے پس خدا سے زیادہ اور کون ظاہر اور واضح ہوگا کیونکہ جدہر تم توجہ کرو خدا کی صنعت تمہارے پیشِ نظر ہے۔ بلکہ خود تمہاری ذات میں خدا کی قدرت کے اتنے آثار موجود ہیں کہ اُس کو ظاہر سمجھنے کے لئے وہی کافی ہیں۔ اور ہم میں سے ظاہر اُسے کہتے ہیں جس کی ذات نمایاں ہو اور جس کی حقیقت معلوم ہو۔ تو یہ لفظ خدا پر بھی صادق آیا اور مخلوق پر بھی مگر معنی بدل گئے۔ اب رہا الباطن تو وہ اس معنی میں نہیں ہے کہ خدائے تعالےٰ اپنی پیدا کی ہوئی چیزوں میں پوشیدہ اور سمایا ہوا ہو۔ بلکہ وجہ یہ ہے کہ وہ تمام چیزوں کے بھید سے واقف اور اُن کا محافظ و مدبر ہے۔ اور یہ لفظ الباطن مشتق ہے اَبْطَنْتُہٗ سے۔ یعنی میں اُس کی خبر رکھتا ہوں۔ یا میں اُس کے بھید سے واقف ہوں۔ پس باطن کے معنی ہوئے واقفِ اسرار) اور مخلوقات میں سے باطن وہ کہا جائے گا جو کسی چیز میں غائب اور پوشیدہ ہو جائے۔ پس لفظ باطن خدا پر بھی صادق آیا اور مخلوق پر بھی۔ مگر معنی جُدا جُدا ہیں۔

جابرؓ ابنِ عبداللہ انصاری کہتے ہیں کہ مجھے عمارؓ یاسر مدینہ کے ایک کوچہ میں ملے۔ میں نے اُن سے جنابِ رسولِ خداؐ کا حال دریافت کیا۔ عمارؓ یاسر نے جواب دیا کہ وہ حضرتؐ مجمع اصحاب کے ہمراہ مسجد میں رونق افروز ہیں اور یہ بھی بیان کیا کہ جب آنحضرتؐ نمازِ صبح ادا کر چکے اور آفتاب نکل آیا تو علی بن ابی طالب علیہ السلام آگے بڑھے۔ اُن کو دیکھ کر جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہو گئے۔ اور دونوں آنکھوں پر بوسہ دیکے اپنے پہلو میں اتنا قریب بٹھا لیا کہ دونوں کے زانو سے زانو مل گئے۔ پھر فرمایا اے علیؑ! اُٹھو اور آفتاب کو جواب دو کہ وہ تم سے کچھ کہہ رہا ہے۔ یہ سن کر اہلِ مسجد کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے یا رسول اللہ! کیا آفتاب ہمارے برخلاف کوئی بات کہتا ہے؟ اور بعض منافق کہنے لگے۔ یہ تو ہمیشہ اسی فکر میں رہتے ہیں کہ اپنے ابنِ عم کا مرتبہ بڑھائیں اور اُن کا نام روشن کریں۔ پس بمجردِ ارشادِ جنابِ رسولِ خداؐ جناب علی ابن ابی طالب علیہ السلام مسجد کے صحن میں آئے اور آفتاب سے خطاب فرمایا کَیْفَ اَصْبَحْتَ یَا خَلْقَ اللّٰہِ؟ اے مخلوقِ خدا! کس حال میں تو نے صبح کی؟ اُس نے جواب دیا بِخَیْرٍ یَّا اَخَا رَسُوْلِ اللّٰہِ یَا اَوَّلُ یَا آخِرُ یَا ظَاھِرُ یَا بَاطِنُ یَا مَنْ ھُوَ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ۔ اے رسول اللہ کے بھائی! اے اول! اے آخر! اے ظاہر! اے باطن!

اے ہر چیز سے واقف! میں نے اچھے حال میں دن نکالا۔ پھر وہ جنابؐ آنحضرتؐ کی خدمت میں واپس آئے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا اے علیؑ تم بیان کروگے یا میں خبر دوں کہ جو آفتاب نے تم سے کہا ہے؟ عرض کی یا رسولؐ اللہ! آپ کی زبانِ مبارک سے اچھا معلوم ہوگا۔ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا کہ آفتاب نے جو تم سے کہا یَا اَوَّلُ! تو اس کا یہ مطلب ہے کہ تم سب سے پہلے خدا پر ایمان لائے ہو۔ اور یہ جو اس نے کہا یَا اٰخِرُ! تو اس کے معنی یہ ہیں کہ مجھے غسلِ میت دے کر سب سے آخر دیکھنے والے تم ہوگے۔ اور جو اس نے تم سے کہا یَا ظَاهِرُ! اس کا مطلب یہ ہے کہ جو لوگ میرے اسرار پر اطلاع پائیں گے ان سب میں تم اول ہو۔ اور اس کے قول یَا بَاطِنُ! کے یہ معنی ہیں کہ تم میرے علم کے حامل ہو۔ اور اس کے آخری فقرہ یَا مَنْ هُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ کا یہ مقصود ہے کہ خداوندِ عالم نے قرآنِ مجید میں جو کچھ نازل کیا ہے خواہ وہ حلال کے متعلق ہو یا حرام کے فرائض ہوں یا احکام۔ تنزیل ہو۔ یا تاویل ناسخ ہو یا منسوخ۔ محکم ہو یا متشابہ (سہل ہو) یا مشکل سب کو تم بخوبی جانتے ہو۔ اگر مجھے اس بات کا اندیشہ نہ ہوتا کہ تمہارے بارے میں میری امت کے لوگ ایسا کہنے لگیں گے جیسا کہ عیسٰےؑ ابنِ مریمؑ کی شان میں نصاریٰ کہتے ہیں تو آج میں تمہارے وہ فضائل بیان کرتا کہ اس کے بعد جس گروہ کی طرف سے تمہارا گزر ہوتا وہی تمہاری خاکِ قدم بغرضِ شفا اٹھا لیتا۔ جابرؓ کہتے ہیں کہ عمارؓ یہ حدیث بیان ہی کر چکے تھے کہ اتنے میں سلمانؓ فارسی بھی وہاں آنکلے۔ عمارؓ نے فرمایا اے جابرؓ! یہ سلمانؓ بھی ہمارے ہمراہ خدمتِ جنابِ رسولِ خدا میں موجود تھے۔ جابرؓ کہتے ہیں پس سلمانؓ فارسی نے بھی اسی طرح یہ حدیث بیان کی جس طرح عمارؓ یاسر نے بیان کی تھی۔

جنابِ امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ ایک دن جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم جنابِ امیر علیہ السلام کی گود میں سر رکھ کر سو گئے اور جنابِ امیر علیہ السلام نے اس وقت تک نمازِ عصر نہ پڑھی تھی سورج ڈوبنے کے قریب پہنچ گیا تو آنحضرتؐ بیدار ہوئے اور جنابِ امیر علیہ السلام نے اپنی نماز کی کیفیت عرض کی۔ آنحضرتؐ نے دعا فرمائی اور خدائے تعالےٰ نے سورج کو پھر لوٹا دیا۔ اس کے آگے حضرتؐ نے حدیثِ ردِ شمس کو پورا بیان کیا۔ اس کے لوٹ آنے پر آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اے علیؑ اٹھو اور سورج کو سلام کرو اور اس سے بات کرو اس لئے کہ وہ بھی تم سے بات کرنا چاہتا ہے۔ جنابِ امیر علیہ السلام نے عرض کی کہ یا رسولؐ اللہ! میں سورج کو کیا کہہ کے سلام کروں؟ فرمایا یوں کہو اَلسَّلَامُ عَلَيْكِ يَا خَلْقَ اللهِ۔ پس جنابِ امیر علیہ السلام اٹھے اور فرمایا اَلسَّلَامُ عَلَيْكِ يَا خَلْقَ اللهِ۔ اس نے فوراً جواب میں عرض کیا وَعَلَيْكَ السَّلَامُ يَا اَوَّلُ يَا اٰخِرُ يَا ظَاهِرُ يَا بَاطِنُ يَا مَنْ يُنْجِيْ مُحِبِّيْهِ وَيُوْثِقُ مُبْغِضِيْهِ (آپ پر بھی

سلام ہو۔ اے اوّل! اے آخر! اے ظاہر! اے باطن! اے وہ جو اپنے دوستوں کو نجات دیگا اور اپنے سے بُغض رکھنے والوں کو باندھ کے ڈال دے گا۔ اس کے بعد جناب امیر علیہ السلام نے نمازِ عصر باقاعدہ ادا کرلی اور آنحضرتؐ کے ارشاد کے بموجب عام لوگوں پر اس واقعہ کا اظہار نہیں کیا۔ مگر کسی موقعہ پر آنحضرتؐ سے آفتاب نے جو کچھ کہا تھا اُس کے معنی دریافت کیئے تو آنحضرتؐ نے فرمایا کہ آفتاب نے جو کچھ کہا سچ کہا اور وہ خدا کے حکم سے گویا ہوا تھا۔ (یَا اَوَّلُ! کا یہ مطلب ہے کہ) تم ایمان لانے میں سب سے پہلے مومن ہو اور (یَا اٰخِرُ! کا یہ مطلب ہے کہ) اوصیاء انبیاء میں تم سب سے آخر ہو۔ نہ میرے بعد کوئی نبی ہوگا اور نہ تمہارے بعد کوئی وصی نبی۔ اور (یَا ظَاھِرُ! کا یہ مطلب ہے کہ) تم اپنے دشمنوں پر ہمیشہ غالب رہو گے اور (یَا بَاطِنُ! کا یہ مطلب ہے کہ) تم علم سے پورے پورے آگاہ اور ایسے باخبر ہو کہ علم میں تم سے بڑھ کے کوئی نہ ہوگا تم میرے علم کے مخزن اور میرے پروردگار کی وحی کے خزانہ ہو۔ تمہاری اولاد تمام عالم کی اولادوں سے بہتر اور تمہارے شیعہ قیامت کے دن سب میں چیدہ اور برگزیدہ ہونگے۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۲ متعلق صفحہ ۸۶

(بقیۂ نوٹ ہذا) منافق اس دیوار کے پیچھے سے آواز دیکے کہیں گے اَلَمْ نَکُنْ مَّعَکُمْ؟ اس کے جواب میں مؤمنین کہینگے بَلٰی وَ لٰکِنَّکُمْ فَتَنْتُمْ اَنْفُسَکُمْ وَ تَرَبَّصْتُمْ وَ ارْتَبْتُمْ وَغَرَّتْکُمُ الْاَمَانِیُّ حَتّٰی جَآءَ اَمْرُ اللّٰہِ وَغَرَّکُمْ بِاللّٰہِ الْغَرُوْرُ ہ فَالْیَوْمَ لَا یُؤْخَذُ مِنْکُمْ فِدْیَۃٌ وَّلَا مِنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا ط مَاْوٰکُمُ النَّارُ ط ھِیَ مَوْلٰکُمْ ط وَبِئْسَ الْمَصِیْرُ ہ (دیکھو صفحہ ۸۶ سطر ۳)۔

تفسیر برہان میں سلام ابن مُستَنیر سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے خدائے تعالےٰ کے اس قول فَضُرِبَ بَیْنَھُمْ بِسُوْرٍ لَّہٗ بَابٌ ط بَاطِنُہٗ فِیْہِ الرَّحْمَۃُ وَظَاھِرُہٗ مِنْ قِبَلِہِ الْعَذَابُ ہ یُنَادُوْنَھُمْ اَلَمْ نَکُنْ مَّعَکُمْ ط کا مطلب دریافت کیا تو حضرتؑ نے ارشاد فرمایا کہ یہ قول ہمارے بارے میں۔ ہمارے شیعوں کے بارے میں اور ہمارے حق کا انکار کرنے والوں کے بارے میں نازل ہوا ہے۔ جب قیامت کا دن ہوگا تو راستہ میں ایک جگہ مخلوقِ خدا روک لی جائیگی اور خدائے تعالےٰ ظلمت کی ایک دیوار کھڑی کردے گا جس میں ایک دروازہ بھی ہوگا۔ اُس کے اندر کی طرف رحمت یعنی روشنی ہوگی اور سامنے باہر کی طرف عذاب۔ یعنی اندھیرا ہوگا۔ پس خدائے تعالےٰ ہم کو اور ہمارے شیعوں کو تو اُس فصیل کے اندر پہنچا دے گا جہاں رحمت اور نور ہوگا اور ہمارے دشمنوں کو اور ہمارے حق کا

انکار کرنے والوں کو اُس فصیل کے باہر کی طرف رہنے دیگا جہاں اندھیرا ہی اندھیرا ہوگا۔ اسوقت ہمارے دشمن تم کو پکار پکار کے یہ پوچھیں گے کہ (ارے رافضیو!) کیا ہم دنیا میں تمہارے ساتھ نہیں تھے؟ ہمارا نبی اور تمہارا نبی ایک ہی تھا۔ ہماری نماز اور تمہاری نماز ایک ہی تھی۔ ہمارا روزہ اور تمہارا روزہ ایک ہی تھا۔ ہمارا حج اور تمہارا حج ایک ہی تھا۔ (**قولِ مترجم** جھوٹوں کے پیرو وہاں بھی جھوٹ بولنے سے باز نہ آئیں گے۔ نبوت کے متعلق اعتقاد میں اور نماز و روزہ و حج کی بجاآوری میں جتنا کچھ فرق ہے فریقین کی کتابیں دیکھنے سے معلوم ہوسکتا ہے) امام علیہ السّلام فرماتے ہیں کہ اُس وقت ایک فرشتہ منجانب پروردگارِ عالم اُن کو جواب دے گا۔ ہاں! کسی قدر مشابہت تو تھی لیکن تم نے اپنے نبیؐ کے بعد اپنی ذات کو آزمائش میں ڈالا۔ پھر تم خود سے حاکم بنگئے اور جس کے حکم کی پیروی کرنے کا تمہارے نبی نے تم کو حکم دیا تھا اُس کی پیروی تم نے چھوڑ دی اور اُس کے حق میں نزولِ بلا کا تم نے انتظار کیا اور جو کچھ اُس کے بارے میں تمہارے نبیؐ نے تم سے کہا تھا اُس کے بارے میں تم شک میں پڑ گئے۔ اور تمہاری آرزوؤں نے (تم کو دھوکا دیا) اور اہلِ حق کے خلاف جو تمہارا اجتماع ہوگیا تھا اُس اجتماع نے تم کو دھوکا دیا۔ اور چونکہ اس حال میں خدائے تعالےٰ نے تمہارے حق میں بُردباری کو کام فرمایا۔ اُس نے تم کو اور دھوکے میں ڈالا تاآنکہ خدائے تعالےٰ نے صاحبِ امر یعنی علی ابن ابیطالب علیہ السّلام اور اُن کے بعد والے ائمہ کو زمانۂ رجعت میں احق کے ساتھ قوت دے کر ظاہر فرمایا۔ اس سے پہلے پہلے شیطان برابر تم کو دھوکے ہی دیتا رہا۔ سو آج کے دن نہ تم ہی سے کوئی معاوضہ لیا جائے گا اور نہ انہی سے جنہوں نے آلِ رسولؐ کے حق کا انکار کردیا تھا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ تم کو کوئی نیکی بھی ایسی میسّر نہ آئے گی جسے معاوضہ میں پیش کرکے آتشِ جہنم سے اپنے تئیں بچاسکو۔ تمہارا ٹھکانا آتشِ جہنم ہے۔ وہی تمہاری حاکم ہے اور وہی (سب سے) بُری بازگشت ہے۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۸ متعلق صفحہ ۸۶۱

المحاسن میں ہے کہ جناب امام جعفر صادق علیہ السّلام نے فرمایا کہ جو شخص تم میں سے اس دین پر مرے وہ شہید مرے گا۔ کسی نے عرض کی اگرچہ وہ اپنے بستر ہی پر مرے؟ (تو کیا جب بھی شہید مریگا؟) فرمایا ہاں! خدا کی قسم اگرچہ بستر ہی پر مرے تو وہ زندہ رہے گا خدا کی جناب سے وہ رزق پائے گا۔

حکم بن عُتَیبہ سے مروی ہے کہ جب جنگِ نہروان میں جناب امیرالمؤمنین علیہ السّلام نے خارجیوں کو تلوار کے گھاٹ اُتارا تو ایک شخص نے کھڑے ہوکر عرض کی۔ یا امیرالمؤمنین! خوشا حال ہمارا کہ ہم اس لڑائی میں آپ کی نصرت میں خارجیوں کو قتل کرکے شہید ہوئے۔ حضرت نے فرمایا قسم ہے اُس کی جس نے دانہ کو شگافتہ اور ہر ذی روح کو پیدا کیا ہے۔ اس معرکہ میں ہمارے ساتھ

وہ لوگ بھی شہید ہوئے ہیں جنکے باپ دادا کو ابھی تک خدا نے پیدا ہی نہیں کیا ہے۔ اس شخص نے عرض کی کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ جو لوگ ابھی مخلوق نہیں ہوئے وہ شہید بھی ہو گئے؟ فرمایا آخر زمانہ میں ایک قوم ہوگی جو ہماری مطیع اور فرمانبردار ہوگی اور اس جنگ کے ثواب میں وہ ہماری ضرور بالضرور شریک ہوگی۔ اور ایک روایت میں ہے کہ یہ بھی ارشاد فرمایا کہ آدمیوں کو رضامندی اور ناراضی ملا لیتی ہے۔ یا جدا کر دیتی ہے اور جو شخص کسی امر سے راضی ہو تو اُسکا کرنیوالا سمجھا جائیگا اور جو کسی امر سے ناراض ہوگا وہ اُس سے علیحدہ۔

منہال قصاب نے جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کی کہ اے مولا! میرے لئے حضور دعا فرمائیں کہ میں شہید مروں۔ حضرت نے فرمایا کہ مومن جہاں بھی مرتا ہے شہید ہی مرتا ہے۔ کیا تو نے قولِ باری تعالےٰ نہیں سُنا کہ وہ قرآن میں فرماتا ہے وَالَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ أُولَٰئِكَ هُمُ الصِّدِّيقُونَ ۖ وَالشُّهَدَاءُ عِندَ رَبِّهِمْ (ضمیمہ پارہ نمبر ۲۷ بھی ملاحظہ ہو)۔

جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے بروایت اپنے آباؤ اجداد علیہم السلام کے مروی ہے کہ جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت میں ایک فرشتہ حاضر ہوا جس کے بیس ہزار سر تھے۔ آنحضرت اُس کی دست بوسی کے لئے کھڑے ہو گئے۔ فرشتہ نے عرض کی۔ یا رسولُ اللہ ٹھہریئے کہ آپ کا مرتبہ پیشِ خدا تمام آسمانوں اور زمینوں کی مخلوق سے زیادہ ہے (میں خود حضور کی دست بوسی کے لئے حاضر ہوا ہوں) اُس فرشتہ کا نام محمود تھا۔ یکایک آنحضرت دیکھتے کیا ہیں کہ اُس کے دونوں شانوں کے مابین یہ عبارت لکھی ہے۔ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللهِ عَلِيٌّ الصِّدِّيقُ الْأَكْبَرُ۔ آنحضرت نے فرمایا کہ اے میرے حبیب محمود! یہ عبارت تمہارے شانوں کے مابین کب سے لکھی ہوئی ہے؟ محمود نے عرض کیا کہ آدم علیہ السلام کے پیدا ہونے سے بارہ ہزار برس پہلے سے۔

مالک جہنی کہتے ہیں کہ مجھ سے جناب امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کیا تم لوگ اس بات پر راضی نہیں ہو کہ تم نماز پڑھتے ہو۔ زکوٰۃ دیتے ہو۔ اپنی زبان اور آنکھوں کو حرام سے بچاتے ہو پس جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔ اے مالک: اس دارِ دنیا میں جس جس گروہ نے جس جس شخص کو اپنا امام بنا لیا ہے قیامت کے دن اُن کی یہ حالت ہوگی کہ پیر تو اپنے مریدوں پر لعنت کرتا ہوا آئے گا۔ اور مرید اُس پر لعنت کرتے ہوئے آئینگے۔ مگر تم لوگ اور جو تمہاری مانند ہوں اُن کا یہ حال نہ ہوگا۔ اے مالک! تم میں سے جو شخص اس امر (ہماری محبت) پر مرے گا وہ شہید ہوگا۔ گویا کہ وہ خدا کی راہ میں تلواریں مارتا ہوا قتل ہوا ہوگا۔

جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے بروایت اپنے اجدادِ طاہرین کے منقول ہے۔ کہ

جنابِ امیر المؤمنین علیہ السلام نے ایک دن اپنے اصحاب کو علم کے چار سو باب تعلیم فرمائے۔ منجملہ اُن کے ایک یہ بھی تھا کہ تم لوگ کمینوں اور نا اہلوں سے بچتے رہو کہ وہ لوگ خدا سے خوف نہیں کرتے۔ بعض اُن میں انبیاء کے قاتل ہیں اور ہمارے دشمن بھی اُنہی میں ہیں (آگاہ ہو جاؤ!) خداوندِ عالم نے اہلِ زمین کی طرف توجہ فرمائی۔ اُن میں سے ہم کو منتخب کیا اور ہماری خاطر سے ہمارے شیعوں کو پسند فرمایا۔ جب ہی تو وہ ہماری نصرت کرتے ہیں اور ہماری خوشی سے وہ خوش ہوتے ہیں اور ہمارے رنج سے وہ رنجیدہ ہوتے ہیں۔ ہماری راہ میں اور ہمارے واسطے وہ اپنے مال اور اپنی جانیں صرف کرتے ہیں۔ ہمارے شیعوں میں کوئی بندہ ایسا نہیں ہے کہ جو کسی امر کا مرتکب ہو۔ جس سے ہم نے اُس کو منع کیا ہو۔ اور پھر وہ یونہی مرجائے جب تک کہ اُسے خدائے تعالےٰ کسی بلا میں مبتلا نہ کرے جس کے ذریعہ سے اُس کا وہ گناہ دُور ہو سکے یا تو وہ بلا اُس کے مال کے متعلق ہوگی یا اُس کی اولاد کے متعلق ہوگی یا اُس کی جان کے متعلق ہوگی۔ اب وہ ایسے حال میں خدائے تعالےٰ سے مُلاقات کرے گا کہ اُس کے ذمّہ کوئی گناہ نہ ہوگا۔ اور اگر کوئی گناہ باقی بھی رہ گیا تو موت کے وقت اُس پر سختی گزرے گی (جس سے وہ گناہ بھی دور ہو جائے گا) ہمارے شیعوں میں سے جو مرجائے وہ صدیق و شہید ہے۔ اِس لئے کہ اُس نے ہمارے امر کی تصدیق کی ہے اور جس سے دوستی کی تو ہماری وجہ سے کی اور جس سے دشمنی رکھی تو ہماری وجہ سے رکھی۔ دونوں صورتوں میں خدا کی خوشنودی مدِّنظر رکھی۔ خدا و رسولؐ پر وہ ایمان لایا اسی لئے خدائے تعالےٰ ارشاد فرماتا ہے وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰہِ وَ رُسُلِہٖۤ اُولٰٓئِکَ هُمُ الصِّدِّیْقُوْنَ وَ الشُّهَدَآءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ لَهُمْ اَجْرُهُمْ وَ نُوْرُهُمْ

نیز جنابِ امیر المؤمنین علیہ السّلام نے اپنے اصحاب سے فرمایا تم اپنے اپنے گھروں میں استقلال سے رہو۔ بلاؤں پر صبر کرو۔ اپنے ہاتھوں اور تلواروں اور نیزوں کو حرکت نہ دو۔ اور جس چیز کو خدائے تعالےٰ تمہارے لئے جلد لانے والا ہے۔ تم اُس کے لئے جلدی نہ کرو۔ اِس لئے کہ جو کوئی تم میں سے اپنے بستر پر بھی مرے گا اور وہ پروردگار کے حق کی اور جنابِ رسولِؐ خدا کے حق کی اور اہلبیتِ رسالت کے حق کی معرفت رکھتا ہوگا تو وہ شہید مرے گا اور اُس کا اجر خدا کے ذمہ رہا۔ جس عملِ خیر کی اُس نے نیّت کی وہ اُس کی جزا کا مستحق ہو چکا۔ اور اسی نیّت کے ذریعہ سے وہ راہِ خدا میں تلوار سے لڑنے کی منزلت پر فائز ہو جائے گا۔

بشارات الشیعہ میں جنابِ امام جعفر صادق علیہ السّلام سے بروایت اپنے آباؤ اجدادِ طاہرین علیہم السّلام کے منقول ہے کہ جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ روزِ

قیامت کچھ لوگ نور کے منبروں پر بیٹھے ہوں گے۔ چہرے اُن کے چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتے ہوں گے۔ تمام اوّلین و آخرین اُن کے مرتبہ کو دیکھ کر غبطہ (آرزو) کریں گے۔ یہ فرما کے آنحضرتؐ خاموش ہو رہے۔ پھر تین بار یہی فرمایا۔ اِس پر عمر ابنِ خطاب کھڑا ہوگیا اور کہنے لگا۔ یا رسولؐ اللہ! میرے ماں باپ حضور پر فدا ہو جائیں۔ کیا وہ لوگ شہیدانِ راہِ خدا ہوں گے؟ فرمایا شہید تو وہ ہوں گے مگر ایسے نہیں جیسے تم لوگ خیال کرتے ہو۔ اُس نے عرض کی کیا وہ انبیائؑ ہوں گے؟ فرمایا جیسا تو سمجھ رہا ہے وہ انبیاء بھی نہ ہوں گے۔ اُس نے عرض کی کیا وہ اوصیائؑ ہوں گے؟ فرمایا وہ ایسے اوصیاء بھی نہیں ہیں جیسا کہ تیرا گمان ہے۔ عرض کی آخر وہ ہیں کون؟ کیا آسمان کے رہنے والے ہیں یا زمین کے باشندے؟ فرمایا ہیں تو وہ سب زمین ہی کے رہنے والے۔ عرض کی مجھے بتا دیجئے وہ ہیں کون؟ پس آنحضرتؐ نے اپنے دستِ مبارک سے علی بن ابی طالب علیہ السّلام کی طرف اشارہ کرکے فرمایا۔ یہ اور ان کے شیعہ۔ قریش میں سے جو علیؑ سے دشمنی کرے وہ حرامی ہے۔ انصار میں سے جو کوئی علیؑ سے عداوت رکھے۔ وہ یہودی ہے۔ سارے عرب میں سے جو کوئی علیؑ سے بُغض رکھے وہ زنازادہ ہے۔ تمام آدمیوں میں جو کوئی علیؑ کا دشمن ہو وہ شقی ہے۔ اے عمر بن خطاب! جو کوئی میری محبت کا دعوےٰ کرے اور علیؑ سے دشمنی رکھے وہ (ملعون) جھوٹا ہے۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۴۴ متعلق صفحہ ۸۶۲

تفسیر قمی میں جناب امام جعفر صادق علیہ السّلام سے منقول ہے کہ جب اعدائے دین جناب امام زین العابدین علیہ السّلام اور دختران جناب امیرالمؤمنین علیہ السّلام کو مقید کرکے مع سرِ مبارکِ جناب امام حسین علیہ السّلام یزیدِ لعین کے سامنے لے گئے اور بیمارِ کربلا زنجیروں میں جکڑے ہوئے اُس ملعون کے دربارِ عام میں کھڑے تھے تو یزید پلید بولا کہ اے علی ابن الحسینؑ میں خدا کی حمد بجالاتا ہوں کہ اُس نے تمہارے باپ کو قتل کیا۔ جنابِ امامؑ نے فرمایا کہ خدا لعنت کرے اُس پر جس نے میرے پدرِ بزرگوار کو جھوٹ بول کر شہید کیا ہے۔ کیا تیرا یہ گمان ہے کہ میں اپنے پروردگار کو بُرا کہوں گا؟ یہ سُنکر یزیدِ لعین غضبناک ہوا اور جناب بیمارِ کربلا کے گردن مارے جانے کا حکم دے دیا۔ حضرتؑ نے فرمایا (اے یزید!) جس حال میں کہ تو مجھے قتل کرے گا تو جنابِ رسولِ خدا کی بہو بیٹیوں کو مدینہ منورہ اُن کے مکانوں تک کون پہنچائے گا۔ میرے سوا تو کوئی اُن کا محرم باقی نہیں رہا؟ یزید نے جواب دیا کہ ان کے گھروں تک تو آپ ہی ان کو پہنچائیں گے۔ پھر یزید نے سوہن منگایا اور امامؑ کی گردن کا طوق اپنے ہاتھ سے ریتنے لگا۔ پھر یزید نے کہا اے علی ابن الحسینؑ آپ سمجھے بھی کہ میں اپنے ہاتھ سے کیوں یہ کام کر رہا ہوں؟

ارشاد فرمایا ہاں میں تیرا مطلب جانتا ہوں۔ تو یہ چاہتا ہے کہ سوائے میرے اور کسی کا احسان علیؑ بن الحسینؑ پر نہ ہو۔ یزید نے کہا خدا کی قسم یہی میں نے سوچا تھا۔ پھر یزید نے کہا اے علیؑ بن الحسینؑ! وَمَا اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيكُمْ (ترجمہ کے لئے دیکھو صفحہ ۷۷، سطر ۱) حضرتؑ نے فرمایا۔ اے یزید! خدا کی قسم یہ آیت ہرگز ہمارے بارے میں نازل نہیں ہوئی ہے بلکہ ہماری شان میں تو یہ آیت آئی ہے۔ مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيبَةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِيٓ اَنْفُسِكُمْ الخ۔ اے یزید! ہم وہ ہیں کہ دنیا کی جو چیز ہمارے ہاتھ سے نکل جائے ہم اس پر افسوس نہیں کرتے اور دنیا کی جو چیز ہمیں ملے اس پر ہم اتراتے نہیں۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۱ متعلق صفحہ ۵۶۳

کافی میں ابوولیم نے جنابِ امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ حضرت موسےٰ نے یوشع بن نون کو اپنا وصی بنایا اور یوشع بن نون نے حضرت ہارونؑ کے فرزند کو اپنا وصی قرار دیا۔ اور اپنے بیٹے کو اپنا وصی نہیں بنایا نہ فرزندِ موسےٰ علیہ السلام کو بنایا۔ اس لئے کہ انتخاب باختیارِ خدا ہے جس کو وہ چاہتا ہے اس عہدۂ جلیلہ کے لئے منتخب فرماتا ہے۔ حضرت موسیٰؑ اور یوشع بن نون نے نبوت جنابِ مسیحؑ کی بشارت دی۔ جب وہ جناب مبعوث بہ رسالت ہوئے تو انہوں نے لوگوں کو خبر دی کہ میرے بعد ایک نبی آئے گا جن کا نام احمدؐ ہوگا اور وہ حضرت اسمٰعیلؑ کی اولاد سے ہونگے وہ میری اور تمہاری تصدیق کریں گے۔ میری اور تمہاری طرف سے معذرت بھی پیش کریں گے۔ یہ پیشین گوئی اُن جنابؑ کے حوارئین میں جو یاد رکھنے والے تھے برابر چلی آئی۔ اُن لوگوں کا نام مُسْتَحْفِظِين خدا نے اس لئے رکھا تھا کہ وہ اسمِ اکبر کے محافظ تھے۔ اسمِ اکبر سے مراد وہ کتاب ہے جس کے ذریعہ سے ہر چیز کا علم حاصل ہوسکتا ہے۔ اور اسم اکبر انبیاء کے ساتھ ہوا کرتا تھا۔ چنانچہ خداوندِ عالم فرماتا ہے۔ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِيزَانَ۔ اس آیت میں کتاب سے مراد اسم اکبر ہے۔ لفظ الکتاب سے (علی العموم) توریت و انجیل و قرآن مراد لی جاتی ہے۔ حالانکہ اس میں کتابِ نوحؑ۔ کتاب صالحؑ۔ کتابِ شعیبؑ اور کتابِ ابراہیمؑ بھی داخل ہیں۔ جن کے بارے میں خدائے تعالےٰ یوں خبر دیتا ہے۔ اِنَّ هٰذَا لَفِي الصُّحُفِ الْاُولٰى صُحُفِ اِبْرٰهِيمَ وَمُوسٰى (ترجمہ کے لئے دیکھو صفحہ ۹۴۶ سطر ۸) اب حضرت ابراہیمؑ کے صحیفے کہاں ہیں۔ بلکہ صحفِ ابراہیمؑ سے وہی اسم اکبر مراد ہے۔ اسی طرح حضرت موسےٰ کے صحیفوں سے بھی مراد اسم اکبر ہے۔ پس ایک عالم دوسرے عالم کو برابر وصیت کرتا رہا یہاں تک کہ وہ وصایا محمدؐ مصطفےٰ کے پاس پہنچے۔ جب خدا نے آنحضرتؐ کو مبعوث برسالت کیا تو مستحفظین میں جو باقی رہ گئے تھے وہ اسلام لائے

اور بنی اسرائیل نے آنحضرتؐ کی تکذیب کی۔ آنحضرتؐ نے مخلوق کو دعوت اسلام بھی دی اور خدا کی راہ میں جہاد بھی کیا۔ پھر خدائے تعالیٰ نے اپنے رسول کے پاس یہ فرمان بھیجا کہ اپنے وصی کی فضیلت کھلم کھلا ظاہر کردو۔ جنابِ رسولِ خدا نے یہ عذر پیش کیا کہ یہ قوم عرب بڑی جفاکار ہے۔ نہ ان میں کوئی کتاب اُتری ہے اور نہ اِن میں خدا کا کوئی نبی آیا ہے۔ نہ یہ لوگ انبیاء کی نبوت کو پہچانتے ہیں اور نہ اُن کا مرتبہ جانتے ہیں۔ اگر میں اِس قوم کو اپنے اہلبیتؑ کی بزرگی اور فضیلت سے آگاہ کروں گا۔ تو یہ مجھ پر ایمان نہ لائیگی۔ ارشادِ باری ہوا کہ اے رسولؐ! تم اِن کے بارے میں افسوس نہ کرو۔ اور بہ نرمی کلام کرو کہ یہ آگے چل کر سب کچھ جان لینگے۔ پس آنحضرتؐ نے اپنے وصی کے کچھ فضائل بیان فرمائے۔ جس پر وہ لوگ وصیِ رسولؐ خدا سے نفاق وعداوت رکھنے لگے۔ جنابِ رسولِ خدا کو اُن کا نفاق اور اُن کی چہ میگوئیاں معلوم ہوگئیں۔ جنابِ باری نے فرمایا (اے رسولؐ!) وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّكَ يَضِيْقُ صَدْرُكَ بِمَا يَقُوْلُوْنَ (ترجمہ کے لئے دیکھو صفحہ ۴۳۵ سطر ۳)۔ نیز فرمایا قَدْ نَعْلَمُ اِنَّهٗ لَيَحْزُنُكَ الَّذِيْ يَقُوْلُوْنَ فَاِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُوْنَكَ وَلٰكِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ۝ (ترجمہ کے لئے دیکھو صفحہ ۲۰۹ سطر ۱) جنابِ رسولِ خدا کی عادت یہ تھی کہ وہ جنابؐ اُن لوگوں کو ملائے رکھتے تھے اور ایک کے برخلاف دوسرے سے مدد لیا کرتے تھے اور اپنے وصی کی فضیلت بھی کچھ کچھ اُن کو سُنا دیا کرتے تھے یہاں تک کہ یہ سورہ نازل ہوا اور اُن پر حجت قائم ہوگئی۔ پھر جب خدائے تعالیٰ نے آنحضرتؐ کو اُن کی موت کی اطلاع دی اور آگاہ کردیا کہ اب تمہاری وفات کا زمانہ قریب ہے تو اِس پر یہ بھی فرمایا فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ وَاِلٰى رَبِّكَ فَارْغَبْ (ترجمہ کے لئے دیکھو صفحہ ۹۵۴ سطر ۶) جس کا یہ مطلب تھا کہ جب تم اپنے کارِ تبلیغ رسالت سے فارغ ہوگئے تو اپنا عَلَم قائم کردو اور اپنے وصی کی فضیلت کا اعلان کردو۔ اور لوگوں کو اُن کی فضیلت کھول کر جتادو۔ اُس وقت آنحضرتؐ نے (بمقامِ خمِّ غدیر) تین بار ارشاد فرمایا۔ مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ اَللّٰهُمَّ وَالِ مَنْ وَّالَاهُ وَعَادِ مَنْ عَادَاهُ (جن کا میں حاکم ہوں پس علیؑ بن ابی طالب بھی اُن کے حاکم ہیں۔ یا اللہ! جو علیؑ کو دوست رکھے تو اُسے دوست رکھ! اور جو اُس سے دشمنی رکھے تو بھی اُس کا دشمن ہوجیو)۔ نیز (جنگِ خیبر میں) فرمایا تھا۔ میں کل ایسے شخص کو (میدانِ جنگ میں) بھیجوں گا جو خدا اور خدا کے رسولؐ کو دوست رکھتا ہے اور خدا اور خدا کا رسولؐ اُس کو دوست رکھتے ہیں۔ اور وہ ہرگز بھاگنے والا نہیں ہے۔ اس کلام سے اُس شخص پر تعریض بھی منظور تھی جو اس طرح پلٹ کر آیا تھا کہ وہ اپنے ساتھیوں پر بزدلی کا الزام لگاتا تھا۔ اور اُس کے ساتھی اُس کو بزدل بتلاتے تھے۔ اور نیز یہ بھی فرمایا!

عَلِیٌّ سَیِّدُ الْمُؤْمِنِیْنَ (علی بن ابی طالب تمام مؤمنوں کے سردار ہیں) نیز یہ بھی فرمایا تھا عَلِیٌّ عَمُوْدُ الدِّیْنِ (علی بن ابی طالب دین کے ستون ہیں) یہ بھی فرمایا تھا ھٰذَا ھُوَ الَّذِیْ یَضْرِبُ النَّاسَ بِالسَّیْفِ عَلَی الْحَقِّ بَعْدِیْ۔ یہی وہ شخص ہے جو میرے بعد ناکسوں سے حق پر لڑے گا) یہ بھی فرمایا تھا اَلْحَقُّ مَعَ عَلِیٍّ اَیْنَمَا مَالَ (جس طرف علی بن ابی طالب جاتے ہیں حق اُن کے ساتھ ساتھ رہتا ہے) یہ بھی فرمایا تھا۔ اِنِّیْ تَارِکٌ فِیْکُمْ اَمْرَیْنِ اِنْ اَخَذْتُمْ بِھِمَا لَنْ تَضِلُّوْا کِتَابَ اللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ وَاَھْلَبَیْتِیْ عِتْرَتِیْ یٰاَیُّھَا النَّاسُ اسْمَعُوْا وَقَدْ بَلَّغْتُ اَنَّکُمْ سَتَرِدُوْنَ عَلَیَّ الْحَوْضَ فَاَسْئَلُکُمْ عَمَّا فَعَلْتُمْ فِی الثَّقَلَیْنِ اَلثَّقَلَانِ کِتَابُ اللّٰہِ جَلَّ ذِکْرُہٗ وَاَھْلَبَیْتِیْ فَلَا تَسْبِقُوْھُمْ فَتَھْلِکُوْا وَلَا تُعَلِّمُوْھُمْ فَاِنَّھُمْ اَعْلَمُ مِنْکُمْ (میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جاتا ہوں اگر تم اُن دونوں کے مطیع رہو گے ہرگز گمراہ نہ ہوگے۔ ایک کتابِ خدا قرآن مجید ہے دوسرے میری ذریت عترت ہے۔ ایہا النّاس میری سنو۔ دیکھو میں نے حکمِ خدا تم تک پہنچا دیا ہے۔ وہ یہ کہ تم لوگ میرے ہی حوض کوثر پر آؤ گے میں اُس وقت تم سے ضرور جواب طلب کروں گا کہ تم نے ثقلین کے ساتھ کیا برتاؤ کیا ثقلین سے مراد کتابِ خدا ہے اور میرے اہلبیتؑ۔ دیکھو تم لوگ میری عترت سے آگے نہ بڑھنا کہ گمراہ ہو جاؤ گے۔ اور اُن کے مقابلہ میں علم نہ جتانا کہ وہ تم سب سے زیادہ عالم ہیں) امام فرماتے ہیں) اُن لوگوں پر ارشادِ نبوی سے بھی اور قرآن سے بھی جسے یہ لوگ پڑھتے ہیں حجت قائم ہو چکی۔ پس جناب رسولِ خدا برابر اپنے کلام سے اپنے اہلبیتؑ کے فضائل جتلاتے رہے۔ اور قرآن مجید سے بھی کھول کھول کر بتلاتے رہے۔ مثل اس قولِ خدا کے اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَیُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا ۰ (دیکھو صفحہ ۶۲۳ سطر ۳) کبھی یہ آیت تلاوت فرمائی وَاعْلَمُوْا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰہِ خُمُسَہٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی الخ (دیکھو صفحہ ۲۸۹ سطر ۱) کبھی یہ آیت سنائی وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّہٗ (دیکھو صفحہ ۴۱۵ سطر ۱) حضرت علیؑ جنابِ رسولِ خدا کے قرابتدار بھی تو تھے۔ وصی ہونا اُنہی کا حق تھا جبھی تو جنابِ رسولِ خدا نے اُن جناب کو وصی مقرر کیا تھا۔ اُنہی جناب کے پاس اسم اکبر اور میراثِ علم اور علم نبوت کے آثار موجود تھے۔ اور کبھی جنابِ رسولِ خدا نے یہ آیت پڑھی قُلْ لَّآ اَسْئَلُکُمْ عَلَیْہِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّۃَ فِی الْقُرْبٰی (دیکھو صفحہ ۷۵ سطر ۸) کبھی یہ آیت پڑھی وَاِذَا الْمَوَدَّۃُ سُئِلَتْ بِاَیِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ (دیکھو صفحہ ۳۶۹ سطر ۷)۔ (ایک قرأت کے بموجب اَلْمَوَدَّۃُ ہے) مطلب یہ ہے کہ خدا فرماتا ہے۔ کہ میں تم سے قیامت کے دن اُس مودت کے بارے میں سوال کرونگا جس کے فرض ہونے کے متعلق میں حکم نازل کر چکا ہوں یعنی قرابت دارانِ رسولؐ کی مودت کا اور قاتلوں سے یہ جواب

طلب ہوگا کہ تم نے جناب رسولِ خدا کے قرابت داروں کو کس خطا پر قتل کیا تھا؟ کبھی فرمایا فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ (دیکھو صفحہ ۴۳۲ سطر۹) اس آیت میں ذکر سے قرآن مجید اور اہلِ ذکر سے آلِ محمد علیہم السلام مراد ہیں۔ جبھی تو خدائے تعالے نے اُن سے سوال کرنے کا حکم دیا ہے۔ جاہلوں سے سوال کرنے کا حکم نہیں دیا ہے۔ اب رہی یہ بات کہ ذکر سے قرآن مراد ہے تو اس کا شاہد خدائے تعالے کا یہ قول ہے۔ وَاَنْزَلْنَا اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ (دیکھو صفحہ ۴۳۲ سطر۱۰) دوسری آیت میں فرماتا ہے وَاِنَّهٗ لَذِكْرٌ لَّكَ وَلِقَوْمِكَ ۚ وَسَوْفَ تُسْئَلُوْنَ (دیکھو صفحہ ۷۸۶ سطر۱)۔ کبھی آنجناب نے یہ آیت پڑھی اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ (دیکھو صفحہ ۱۳۸ سطر۳) کبھی یہ آیت پڑھی وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَاِلٰٓى اُولِي الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ (دیکھو صفحہ ۱۴۴ سطر۳) پس خدائے تعالے نے اپنے بندوں کو یہ حکم دیا ہے کہ اپنے معاملات والیانِ امر کے سامنے جن کی اطاعت اُن پر واجب کی ہے پیش کیا کریں۔ پس جب جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم حجۃ الوداع سے فارغ ہو کے (بمقام خمِ غدیر) پہنچے تو جبرئیلؑ امین نازل ہوئے اور یہ آیت لائے۔ يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ۭ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ ۭ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ۝ (دیکھو صفحہ ۱۸۸ سطر۶) پس جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منادی کرادی۔ سب لوگ جمع ہو گئے۔ آنحضرت نے حکم دیا۔ کہ اس میدان سے جھاڑ جھنکاڑ صاف کیا جائے (جب سارے امور طے ہو چکے تو) جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ایہا الناس! تمہارا حاکم اور تمہاری جانوں پر خود تم سے زیادہ اختیار رکھنے والا کون ہے؟ سب نے جواب دیا خدا اور خدا کا رسولؐ۔ تین مرتبہ یہی اقرار لیکر فرمایا مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ اَللّٰهُمَّ وَالِ مَنْ وَالَاهُ وَعَادِ مَنْ عَادَاهُ (جس کا میں حاکم ہوں پس علیؑ ابن ابی طالب بھی اُس کے حاکم ہیں۔ یا اللہ! جو علیؑ سے دوستی کرے تو اُس سے دوستی کیجیو اور جو علیؑ سے دشمنی کرے تو اُس سے دشمنی کیجیو) جناب رسولِ خدا کے اس قول سے منافقوں کے سینوں میں نفاق اور بڑھ گیا اور کہنے لگے یہ آیت اور حکم تو خدا نے ہرگز بھی محمدؐ پر نازل نہیں کیا ہے بلکہ یہ خود اپنے ابنِ عم کو بڑھانا چاہتے ہیں۔ پس جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ واپس آئے تو ایک جماعت انصار کی حاضرِ خدمت ہو کے عرض کرنے لگی کہ یا رسولؐ اللہ! خدا نے ہم پر بڑا احسان کیا۔ حضورؐ کی تشریف آوری سے اور ہمارے ہاں قیام کرنے سے ہماری عزت بڑھائی۔ اُس پر یہ کرم فرمایا کہ ہمارے دوستوں کو خوش اور

ہمارے دشمنوں کو ذلیل کر دیا۔ حضور کی خدمت میں جا بجا سے مہمان حاضر ہوتے ہیں۔ اُن کے عطا کرنے کے لئے آپ کے پاس سامان نہیں ہے۔ اِس سے آپ کے دشمن ہنسی اُڑاتے ہیں۔ لہذا ہماری درخواست یہ ہے کہ ہمارا تہائی مال آپ لے لیں تاکہ مکّہ (وغیرہ) سے آنے والے مہمانوں کو اُس میں سے عطا فرمادیا کریں۔ جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن کی درخواست کا کچھ جواب نہ دیا اور وحی کے منتظر رہے۔ پس جبرئیلؑ امین نازل ہوئے اور یہ آیہ لائے قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى (دیکھو صفحہ ۵۷۷ سطر ۸) (جناب امام علیہ السّلام فرماتے ہیں کہ) جب آیتِ خمس نازل ہوئی تو منافقوں نے یوں کہا کہ اب یہ چاہتے ہیں کہ ہمارے مال اور املاک بھی اپنے اہلبیتؑ کو دے دیں۔ پھر حضرت جبرئیلؑ امین نازل ہوئے اور عرض کی کہ یا رسولؐ اللہ! خدائے تعالےٰ ارشاد فرماتا ہے کہ نبوّت تم نے ادا کر دی۔ زندگانی تمہاری ختم ہوگئی۔ اب تم اسمِ اکبر اور میراثِ علم اور علمِ نبوّت کے آثار علیؑ بن ابی طالب کے سپرد کر دو کہ میں نے زمین کو کبھی عالم سے جس کی وجہ سے میری طاعت اور میری ولایت کی معرفت حاصل ہو خالی نہیں چھوڑا۔ اور یہی دستور رکھا ہے کہ ہر نبی کی وفات کے بعد اپنی ایک حجّت دوسری حجّت کے پیدا ہونے تک ضرور باقی رکھی ہے۔ پس جنابِ رسولِ خدا نے جناب امیر المؤمنین علیہ السّلام کو اسمِ اکبر بھی تعلیم کیا۔ میراثِ علم بھی سونپی۔ علم نبوّت کے آثار بھی سکھا دیئے اور ایک ہزار کلمے اور ایک ہزار باب تعلیم فرمائے کہ ہر کلمہ سے ایک ہزار کلمے اور ہر باب سے ایک ہزار باب اور مفتوح ہو گئے۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۱ متعلق صفحہ ۸۶۴

دوسری روایت میں یوں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کے بعد شاہانِ جبّار ظاہر ہوئے جو گناہوں کے مرتکب ہوتے تھے۔ یہ حال دیکھ کر مؤمنین غضبناک ہو گئے اور جنگ کے لئے اُن ظالم بادشاہوں کے سامنے آ ڈٹے۔ پس تین مرتبہ باایمان لوگوں نے شکست کھائی۔ بہت تھوڑے سے آدمی اُن میں سے باقی رہ گئے تو وہ کہنے لگے کہ اگر ہم ان بادشاہوں پر ظاہر ہوں گے تو یہ ہم کو فنا کر دیں گے۔ پھر کوئی بھی دینِ حق کی طرف دعوت دینے والا باقی نہ رہے گا۔ آؤ زمین کے اطراف میں متفرق ہو جائیں۔ یہانتک کہ وہ نبیؐ مبعوث ہو جس کا حضرت عیسیٰ علیہ السّلام نے ہم سے وعدہ کیا ہے یعنی محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ پس وہ لوگ پہاڑوں کی گھاٹیوں میں پھیل گئے اور راہب بن گئے۔ بعضے تو اُن میں ایسے تھے جو اپنے دین پر قائم رہے اور بعضے کافر ہو گئے۔ پھر حضرتؑ نے یہی آیت تلاوت فرمائی۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۲ متعلق صفحہ ۸۶۴

جابرِ جعفی کہتے ہیں کہ میں نے جنابِ امام محمد باقر علیہ السّلام سے اِس آیت کا مطلب دریافت

کیا۔ فرمایا کِفلَین سے مراد حسنؑ و حسینؑ اور نور سے مراد علیؑ ابنِ ابی طالب ہیں۔

حضرت جابرؓ ابنِ عبد اللہ انصاری سے منقول ہے کہ جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ و آلہ نے فرمایا کہ کِفلَیْنِ مِنَ الرَّحْمَةِ حسنؑ و حسینؑ اور يَجْعَلْ لَّكُمْ نُوْرًا تَمْشُوْنَ بِهٖ میں نور سے مراد علی بن ابیطالب علیہ السّلام ہیں۔

کعب بن عیاض کہتا ہے کہ میں نے جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلّم کے روبرو جنابِ علی بن ابیطالب علیہ السّلام کو طعنہ دیا تو جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ و آلہ نے میرے سینے پر گھونسا مارا اور فرمایا کہ خداوندِ عالم نے علیؑ بن ابیطالب کو دو نور عطا فرمائے ہیں۔ ایک نور آسمان میں ہے دوسرا زمین پر۔ جو شخص اُن کے نور سے متمسّک رہیگا خدائے تعالےٰ اُس کو جنّت میں داخل کرے گا۔ اور جو شخص اُسے چھوڑ دیگا تو خدائے تعالےٰ اُس کو دوزخ میں ڈالیگا۔ اے کعب! تو میری جانب سے لوگوں کو یہ خوشخبری سُنا دے۔

انسؓ بن مالک سے مروی ہے کہ جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلّم نے فرمایا۔ کہ خداوندِ عالم نے چہرۂ علی بن ابی طالب علیہ السّلام کے نور سے ستّر ہزار فرشتے پیدا کئے ہیں جو اُن کے لئے اور اُن کے شیعوں کے لئے قیامت تک دعائے مغفرت کرتے رہیں گے۔

تمام شد